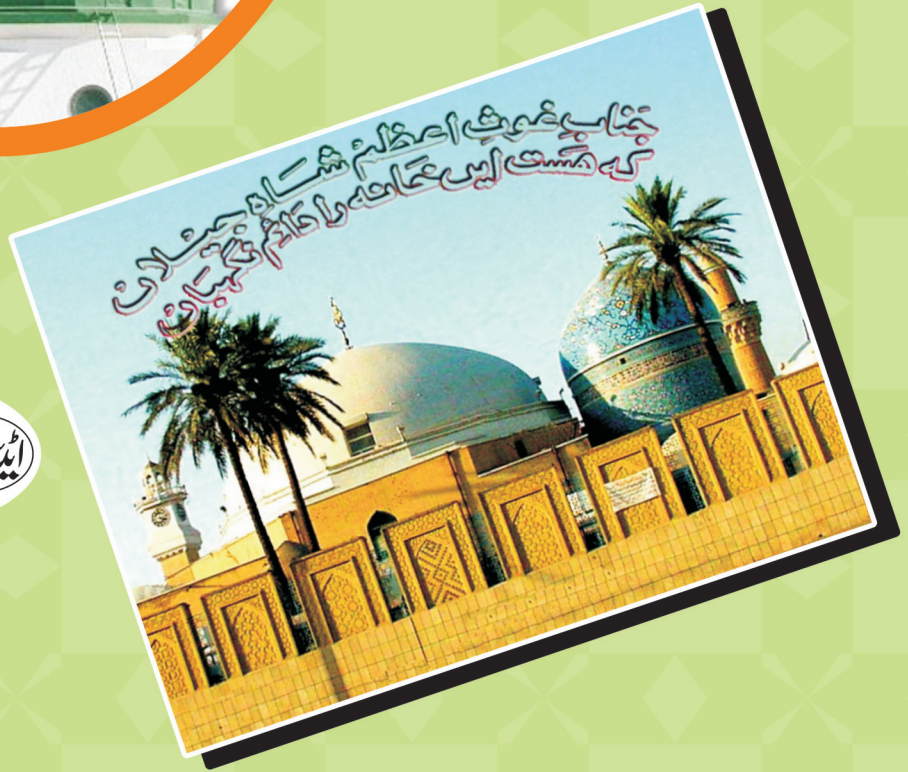




ایڈیٹر
محمد حبیب ال عظمیٰ



حمد و نعت

جو نظر آئی رسول دوسرا کی مرضی
حق تعالیٰ کی بھی آخر وہی ٹھہری مرضی

اُن کے مقام، اُن کی حقیقت کو پاسکے
ممکن نہیں، ہزار کرے کوششیں خرد

اُن کے وسیلہ سے جو نہ کی جائے گی دُعا
ہوگی وہ بارگاہِ خدا میں ہمیشہ ردّ

ہو کر وہ کلمہ گو، کرے توبینِ مصطفیٰ
اس سے زیادہ اور نہیں کوئی کام بد

جو بات آپ نے کہی، ہر عہد میں ہے خوب
فرمانِ مصطفیٰ ہے بہ ہر دور مستند

دُنیا میں بھی نواز رہے ہیں علی الدوام
اُمت کی حشر میں بھی وہ فرمائیں گے مدد

طارق ہے طالبِ کرم خاصِ مصطفیٰ
اس جیسا کل جہان میں کوئی نہیں ہے بد

وہی مولا کی مشیت وہی آقا کی رضا
ہستیاں دو ہیں مگر دونوں کی ساجھی مرضی

خالق نور نے فیضانِ اُسے چکایا
جس نے سرکارِ پُر انوار کی مانی مرضی

محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

عہدِ حاضر میں فکرِ رضا کی معنویت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

مفکر و مجدد امام احمد رضا فاضلِ سرہ العزیز (م: ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) اپنے عہد میں برصغیر کے سب سے بڑے دینی پیشوا اور ملی رہنما تھے، انہوں نے اسلام و سنیت کے تحفظ اور فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ امتِ مسلمہ کا اتحاد اور اس کی فلاح و نجات ان کی فکر کا خاص محور تھا، وہ عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نقطہٴ اتحاد پر عالمِ اسلام کو ہم قدم اور ہم فکر کرنا چاہتے تھے۔ وہ بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم لے جانے کے زبردست داعی تھے، وہ امتِ مسلمہ کی کامیابی کا راز دینِ مصطفیٰ علمِ مصطفیٰ اور عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں مضمر سمجھتے تھے۔ اسی فکر کے داعی شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال بھی تھے۔

بمصطفیٰ رسالہ خویش را کہ دیں ہمہ دوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

امام احمد رضا بلاشبہ عظیم مجدد، عظیم فقیہ اور عظیم دانش ور تھے۔ وہ امتِ مسلمہ کے داخلی اور خارجی مسائل و مشکلات پر حساس نظر رکھتے تھے۔ مسلمانوں کی حالتِ زار پر آنسو بھی بہاتے تھے۔ اور ان کی فلاح و نجات کیلئے تدبیر پیش کرتے تھے۔ ان کی فکر و نظر کا محور یہی تھا کہ اسلامی تہذیب، دنیا کی ہر تہذیب پر غالب اور مسلم قوم، دنیا کی ہر قوم سے بلند تر ہو۔ دین و مذہب، سیاست و صحافت، معیشت و معاشرت، تعلیم و تجارت، وہ ہر میدان میں مسلمانوں کو سرخ رُو اور پیش رُو دکھانا چاہتے تھے۔ ان مقاصد کے حصول کے لئے انہوں نے مسلسل جدوجہد کی۔ امتِ مسلمہ کو بار بار جھنجھوڑا، علما اور قائدین کو بیدار کیا اور انہیں ان کی منصبی ذمہ داریوں سے باخبر کیا، ان کی کوتاہیوں پر زبرد تو بیخ فرمائی، منصوبے بنائے، خطوطِ عمل طے کئے، باہمی اتحاد کے لئے قرآن و احادیث سے دلائل دیئے۔ نفرت و بے زاری کا ماحول ختم کرنے کیلئے شرعی احکام سپردِ قلم کئے۔ امام احمد رضا کے افکار و نظریات پر اب ایک صدی مکمل ہونے کو ہے، مگر اس دورانِ تفکر کے افکار کی معنویت آج بھی اسی طرح باقی ہے، جس طرح ان کے عہد میں تھی، بلکہ بعض نظریات کی معنویت تو آج عہدِ رضا سے بھی سوانہ نظر آتی ہے، امام احمد رضا کے افکار و نظریات گرد و پیش کے حالات کا نتیجہ نہیں تھے کہ عشرے دو عشرے میں اپنی معنویت کھودیتے بلکہ ان کے افکار و نظریات قرآن و حدیث سے کشید تھے، جن پر حوادثِ روزگار کے گرد کی پرتیں بے اثر ہوتی ہیں بلکہ قرآن و سنت کے حقیقی جلوے جب عمل کے میدان میں درخشاں ہوتے ہیں تو حوادثِ روزگار خود اپنا رخ بدل دیتے ہیں۔

اس وقت اہل سنت و جماعت کے درمیان سخت انتشار ہے، علمائے کرام اتحاد کی فضا ہموار کر سکتے تھے، لیکن ان کا ایک طبقہ خود اختلافات کو ہوادے رہا ہے۔ ایک دوسرے کے خلاف زبان و قلم کا بے جا استعمال کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ آج اہل سنت کے درمیان اتحاد و اتفاق کی سخت ضرورت ہے۔ عالمی سطح پر اسلام کے خلاف منظم اور مسلسل سازشیں ہو رہی ہیں، دوسری جانب غیر اہل سنت، اہل سنت کے خلاف پیہم شرانگیزی کر رہے ہیں۔ امام احمد رضا کے عہد میں امتِ مسلمہ کی جو حالت تھی، آج بھی اس سے بہتر نظر نہیں آتی۔ امام اہل سنت فاضلِ سرہ کو بھی اس کا شدید احساس تھا۔ آپ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”خالص اہل سنت کی ایک قوت اجتماعی کی ضرورت ہے، مگر اس کیلئے تین چیزوں کی سخت حاجت ہے۔ ۱: علما کا اتفاق، ۲: تحمل شاق قدر باطلاق، ۳: امر کا اتفاق لوجہ الخلاق۔ یہاں یہ سب مفقود ہیں۔“

(”فتاویٰ رضویہ“ ج: ۱۲، ص: ۱۲۲)

علمائے کرام کے عدم اتفاق کی بنیادی وجہ امام احمد رضا حسد قرار دیتے ہیں، اور ہم سمجھتے ہیں کہ آج بھی علماء کے اختلاف و انتشار کی بنیادی وجہ حسد ہی ہے۔ فلاں شخص عوام و خواص میں مقبول ہے، ہم کیوں نہیں۔ فلاں تحریک و ادارہ عوام و خواص کا مرکز توجہ ہے، ہمارا کیوں نہیں۔ ظاہری بات ہے ان چیزوں کا برسر عام اظہار تو کیا نہیں جائے گا، لیکن جب سینے کی آگ سے دل کے پھپھو لے جلتے ہیں تو نفرتوں کی لپٹیں اٹھتی ہی ہیں اور پھر شروع ہو جاتا ہے ایک دوسرے کی شخصیتوں، تحریکوں اور اداروں پر طرح طرح کے الزامات عائد کرنے کا سلسلہ۔ امام احمد رضاؒ سرہ علماء کے انتشار کی وجہ بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”اتفاق علماء کا یہ حال کہ حسد کا بازار گرم، ایک کا نام جھوٹوں بھی مشہور ہوا تو بہترے سچے اس کے مخالف ہو گئے، اس کی توہین تشبیہ میں گم راہوں کے ہم زبان بنے کہ ”ہیں“ لوگ اسے پوچھتے ہیں اور ہمیں نہیں پوچھتے۔ اب فرمائیں کہ وہ قوم کہ اپنے میں کسی ذی فضل کو نہ دیکھ سکے، اپنے ناقصوں کو کامل، قاصروں کو ذی فضل بنانے کی کیا کوشش کرے گی۔ حاشا یہ کلیہ نہیں مگر ”للاکثر حکم الكل“۔“

(”فتاویٰ رضویہ“ ج: ۱۲، ص: ۱۲۳)

امام احمد رضا کی اس تحریر کی روشنی میں ہم اپنے عہد کے علماء کا اختلافی چہرہ بخوبی پہچان سکتے ہیں۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اگر بد مذہبوں سے لغزشیں صادر ہوں تو انہیں چھپایا نہ جائے تاکہ عوام ان سے بیزار ہوں اور اسی بہانے مسلم سماج ان کے گم راہ کن عقائد و نظریات سے بھی محفوظ رہے۔ لیکن اگر علمائے اہل سنت میں سے کسی سے کوئی لغزش فاحش صادر ہو تو اسے بالمشافہ یا دیگر ذرائع سے باخبر کیا جائے، شرعی نزاکتوں سے آگاہ کر کے توبہ و رجوع کی تلقین کی جائے، نہ یہ کہ صاحب معاملہ سے تو کچھ نہ کہا جائے، بلکہ اس کی مقبولیت ختم کرنے کیلئے اس کے خلاف بے سرو پا محاذ کھول دیا جائے۔ اندھیرے اجالے اس کی حیثیت عرفی مجروح کرنے کیلئے نت نئے ہتھکنڈے استعمال کئے جائیں۔ عہدِ حاضر کی اس پوری صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے ہم ذیل میں امام احمد رضاؒ سرہ کے چند اقتباسات نقل کرتے ہیں اور فیصلہ آپ کے ضمیر اور ایمان کی آواز پر چھوڑتے ہیں۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں:

”باطل کا اعدام و افنا چاہیے نہ کہ تحفظ و ابقاء، بد مذہبوں گم راہوں سے جو باطلیل خارج از مسائل مذہب واقع ہوں ان کی اشاعت مصلحت شرعی ہے کہ مسلمانوں کا ان پر سے اعتبار اٹھے۔ ان کی ضلالت میں بھی اتباع نہ کریں۔“

حدیث شریف میں ہے:

”اتْرَعْبُون عَنْ ذِكْرِ الْفَاجِرِ مَتَى يَعْرِفُهُ النَّاسُ اَذْكُرُوا الْفَاجِرَ بِمَا فِيهِ يَحْدِرُهُ النَّاسُ.“

”کیا فاجر کی برائیاں کرنے سے پرہیز کرتے ہو، لوگ اسے کب پہچانیں گے، فاجر میں جو برائیاں ہیں بیان کرو کہ لوگ اس سے حذر کریں۔“

اور اہل سنت سے بتقدیر الہی جو ایسی لغزش فاحش واقع ہو، اس کا خفا واجب ہے کہ معاذ اللہ لوگ ان سے بد اعتقاد ہوں گے تو جوع ان کی تقریر اور تحریر سے اسلام و سنت کو پہنچتا تھا اس میں خلل واقع ہوگا۔ اس کی اشاعت اشاعتِ فاحشہ ہے۔ اور اشاعتِ فاحشہ بھس قرآن عظیم حرام۔

قال اللہ تعالیٰ:

”اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآٰخِرَةِ.“

”جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں فاحشہ کی اشاعت ہو ان کیلئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔“

خصوصاً جب کہ وہ بدنگانِ خدا حق کی طرف بے کسی عذر و تامل کے رجوع فرما چکے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

”مَنْ عَيَّرَ اَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتَّى يَعْمَلَهُ قَالَ ابْنُ الْعُبَيْعِ وَغَيْرُهُ اَلْمُرَادُّ ذَنْبٌ تَابَ عَنْهُ، قُلْتُ وَقَدْ جَاءَ كَذَا مُقَيَّدًا فِي الرِّوَايَةِ كَمَا فِي ”الشَّرْعَةِ“ ثُمَّ ”فِي الْحَدِيثَةِ النَّدِيَّةِ“.

”جس نے اپنے بھائی کو کسی گناہ کی وجہ سے عار دلایا، وہ مرنے سے قبل اسی گناہ میں ضرور مبتلا ہوگا۔ ابن منج وغیرہ کہتے ہیں کہ گناہ سے مراد وہ ہے کہ اس سے توبہ کر لی گئی ہو۔ میں کہتا ہوں شرعاً اور حدیقہ میں روایت میں ہی توبہ کی قید لگی ہوئی ہے۔“

والہذا بتا کید گزارش کہ عائد و مشاہیر علمائے اہل سنت و جماعت جس امر میں متفق ہیں، یعنی عقائد مشہورہ متداولہ ان میں ہمارے عام بھائی بلا غدر ان کے ارشادات پر عامل ہوں۔ یوں ہی وہ فرعیات جو اہل سنت اور ان کے مخالفین میں مابہ امتیاز ہو رہے ہیں جیسے مجلس مبارک و فاتحہ و عرس و استمداد و ندا و امثالہا..... باقی رہیں ”فرعیات تھہیہ“ جن میں وہ مختلف ہو سکتے ہیں، خواہ بسبب اختلاف روایات، خواہ بوجہ خطائی الفکر یا بسبب عجلت و قلت تدبیر یا بوجہ کمی ممارست و مزاولت فقہ، ان میں فقیر کیا عرض کرے۔

سوزد	زباں	گویم	اگر	دل	اندر	سوزیست	مرا
سوزد	استخواں	مغز	کہ	ترسم	در کشم	دم	وگر

(”فتاویٰ رضویہ“ ج: ۱۲، ص: ۱۳۰)

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ بد مذہبوں کی تردید اور ان کی خامیوں کو طشت از بام کرنا بہر صورت لازم ہے کہ عوام و خواص ان سے دور رہیں۔ بفضلہ تعالیٰ علمائے اہل سنت ان پر آج بھی کار بند ہیں۔

امام احمد رضا نے دوسری بات بطور خاص یہ تحریر فرمائی ہے کہ علمائے اہل سنت سے اگر یہ تقدیر الہی لغزش فاحش سرزد ہو جائے تو اس کی پردہ پوشی ضروری ہے، کیوں کہ علمائے اہل سنت جو تحریر و تقریر سے دعوت دین اور فروغ سنت کی خدمت انجام دے رہے ہیں، انکی لغزشوں کو مشتہر کرنے کی صورت میں لوگ ان علماء سے کنارہ کش ہوں گے، اس طرح ان کی باتوں سے اعتماد اٹھے گا، اور وہ تحریر اور تقریر کے ذریعہ جو خدمت انجام دے رہے ہیں سخت متاثر ہوگی۔ لہذا مسلک اعلیٰ حضرت یہی ہے کہ معمولی معمولی لغزشوں کو لے کر اہل سنت کے علماء و مشائخ کی پگڑیاں نہ اچھالی جائیں۔

بلکہ اعلیٰ حضرت نے حدیث رسول سے یہ بھی بیان فرمایا کہ جو لوگ کسی ایسے گناہ کی وجہ سے جس سے وہ توبہ کر چکا ہو، اپنے سنی بھائی کی مضحکہ خیزی کرتے ہیں مرنے سے پہلے وہ خود بھی اس گناہ میں مبتلا ہوں گے۔ الامان والحفیظ۔

آج بہت سے علماء تحقیق دوسرے علماء کی لغزشوں کا اعلان کرتے پھرتے ہیں، یہ بھی انتہائی شنیع حرکت ہے۔ ہمیں اس قسم کی حرکتوں سے باز رہنا چاہیے۔

امام احمد رضا ایک مقام پر فرماتے ہیں:

”امام محمد غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کو کسی کبیرہ کی طرف بے تحقیق نسبت کرنا حرام ہے۔“

(”فتاویٰ رضویہ“ ج: ۵، ص: ۵۸۲)

اسی طرح امام احمد رضا فاضل سرہ نے دعوت و تبلیغ کی تخفیف اور تضحیک کرنیوالوں کیلئے شریعت اسلامیہ کی سخت وعید سنائی ہے۔

امام اہل سنت فرماتے ہیں:

”امر بالمعروف، نہی عن المنکر کے بارے میں اگر کوئی یہ کہے کہ اس میں رکھائی کیا ہے تو اس کو تجدید اسلام اور تجدید نکاح کرنا چاہئے۔“

(”فتاویٰ رضویہ“ ج: ۵، ص: ۱۱۴)

اس مقام پر ایک خاص بات یہ ہے کہ جب علمائے کرام سے کہا جاتا ہے کہ آپ لوگ فلاں تحریک و ادارے یا فلاں شخص کی مخالفت کیوں کر رہے ہیں تو بلا دلیل فرماتے ہیں وہ تو خارج از اسلام ہے۔ فلاں تحریک تو وہابی تحریک ہے، یا فلاں شخص تو صلح کلی ہے۔ ہم بڑے ادب سے عرض کرتے ہیں کہ جو ضروریات دین میں سے کسی شے کا منکر ہو باجماع مسلمین یقیناً قطعاً کافر ہے۔ اگرچہ کروڑ بار کلمہ پڑھے مگر اس کی وضاحت تو کر دی جائے کہ فلاں شخص نے ضروریات دین میں فلاں چیز کا انکار کیا ہے۔ اور اگر واقعی ایسا ہے تو علمائے کرام کو بہ اتفاق رائے فیصلہ صادر کرنا چاہئے تاکہ جماعتی انتشار ختم ہو اور معاملہ یک طرفہ ہو۔ اور اگر معاملہ ایسا نہیں تو کسی سنی عالم کو یا کسی سنی تحریک اور ادارے کو صلح کلی، وہابی یا خارج از اسلام کہنے میں سخت

احتیاط کرنی چاہئے۔ سنی سنائی باتوں پر بلا تحقیق کسی کو مجرم مان کر اس پر سخت حکم نافذ کر دینا فتویٰ نویسی کے تقاضوں کے منافی ہے اور ذمہ دار علما کو یہ زیب نہیں دیتا۔ ہم اس حوالے سے بھی امام احمد رضا قدس سرہ کے چند اقتباسات نقل کرتے ہیں۔

امام اہل سنت فرماتے ہیں:

”فرض قطعی ہے کہ اہل کلمہ کے ہر قول و فعل کو اگرچہ بظاہر کیسا ہی شنیع و فطیح ہو حتی الامکان کفر سے بچائیں اگر کوئی ضعیف سے ضعیف، نحیف سے نحیف تاویل پیدا ہو، جس کی رو سے حکم اسلام نکل سکتا ہو تو اس کی طرف جائیں، اور اس کے سوا اگر ہزار احتمال جانب کفر جاتے ہوں خیال میں نہ لائیں۔“

(”فتاویٰ رضویہ“ ج: ۱۲، ص: ۳۱۷)

اعلیٰ حضرت مزید فرماتے ہیں:

”حدیث میں ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

”كُفُّوا مِنْ أَهْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا تَكْفُرُوا هُمْ بِذَنْبِ فَمَنْ أَكْفَرَ أَهْلَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَهُوَ إِلَى الْكُفْرِ أَقْرَبُ.“

”لا الہ الا اللہ کہنے والوں سے زبان روکو، انہیں کسی گناہ پر کافر نہ کہو، لا الہ الا اللہ کہنے والوں کو جو کافر کہے وہ خود کفر سے نزدیک تر ہے۔“

(”المعجم الكبير“ ج: ۱۲، ص: ۲۷۲)

امام احمد رضا قدس سرہ اسکے بعد ایک دوسری حدیث نقل فرماتے ہیں:

”حدیث میں ہے، تین باتیں اصل ایمان میں داخل ہیں، لا الہ الا اللہ کہنے والے سے باز رہنا اور اسے گناہ کے سبب کافر نہ کہا جائے

اور کسی عمل پر اسلام سے خارج نہ کہیں۔“

(”فتاویٰ رضویہ“ ج: ۱۲، ص: ۳۱۸)

اعلیٰ حضرت مزید فرماتے ہیں:

”ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ ائمہ دین فرماتے ہیں، جو کسی مسلمان کی نسبت یہ چاہے کہ اس سے کفر صادر ہو، وہ کفر کرے

یا نہ کرے، یہ ابھی کافر ہو گیا کہ مسلمان کو کافر ہونا چاہا۔“

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ کی ان عبارتوں کی روشنی میں اب ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہیے۔ اس مقام پر ہم ایک بار پھر یہ وضاحت کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہمارے اکابر نے جن کلمہ گولوگوں کی تکفیر کی ہے، اس کی وجہ ان کا ضروریات دین میں سے کسی کا انکار ہے۔ اس لئے حسام الحرمین کی حقانیت و صداقت اپنی جگہ مسلم ہے۔

شاید ہم عہد حاضر کے ایک انتہائی حساس مسئلہ کو لے کر دیر تک الجھے رہے گفتگو ہو رہی تھی، اہل سنت و جماعت کے اتحاد اور ان کی اجتماعی قوت کی، یہ ایک سچائی ہے کہ اہل سنت کا کوئی مضبوط پلیٹ فارم نہیں۔ دین و دانش اور دعوت و تبلیغ کے مختلف صیغوں میں باصلاحیت افراد کی بھی ضرورت ہے اور کثیر سرمائے کی بھی۔ امام احمد رضا نے بھی اپنے عہد میں اسی کار و نوا دیا ہے۔ اور عوام و خواص کو ان کی ذمہ داریوں کو بار بار یاد دلایا ہے۔ امام احمد رضا اپنے مسائل سے خطاب کرتے رقم طراز ہیں:

”جو آپ چاہتے ہیں اسی قوت متفقہ پر موقوف ہے جس کا حال اوپر گزارش ہوا۔ بڑی کمی امراء کی بے توجہی اور روپے کی ناداری ہے،

حدیث کا ارشاد صادق آیا کہ:

”وہ زمانہ آنے والا ہے کہ دین کا کام بھی بے روپیہ کے نہ چلے گا۔“

کوئی باقاعدہ عالی شان مدرسہ تو آپ کے ہاتھ میں نہیں، کوئی اخبار پرچہ آپ کے یہاں نہیں، مدرسین، واعظین، مناظرین، مصنفین کی کثرت بقدر حاجت آپ کے پاس نہیں۔ جو کچھ کر سکتے ہیں فارغ البال نہیں۔ جو فارغ البال ہیں وہ اہل نہیں۔“ (”فتاویٰ رضویہ“ ج: ۱۲، ص: ۱۳۳)

امام احمد رضا نے اہل سنت کے فروغ کے لئے جن چیزوں کی کمی کا احساس دلایا تھا، مکمل ایک صدی بیتنے کے باوجود بھی ہم ان خلاؤں کی مکمل بھرپائی نہ کر سکے۔ میڈیا کی ضرورت و اہمیت جتنی آج ہے اتنی اعلیٰ حضرت کے عہد میں ہرگز نہیں تھی، مگر واہ رے مرد و دراندیش۔ امام اہل سنت نے ایک

صدی قبل میڈیا کی ضرورت واہمیت کو محسوس کیا تھا۔ آج ایک صدی گزرنے کے بعد بھی اہل سنت کا کوئی قابل ذکر ملکی اور عالمی سطح کا اخبار نہیں۔ خیر پہلے کے مقابل بیداری ضرور آئی ہے۔ چند رسائل بڑی پابندی سے اعلیٰ معیار کے ساتھ شائع ہو رہے ہیں، دو ایک سنی چینل بھی شروع ہوئے ہیں، مگر غیر مسلم اور غیر اہل سنت پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا میں اب کافی آگے جا چکے ہیں۔ ہمیں ان کا مقابلہ کرنے کے لئے بڑی جدوجہد کی ضرورت ہے۔ امام اہل سنت نے اپنے عہد میں ایک عظیم دارالعلوم اور مختلف میدانوں کے مردانِ کار کی کمی کا بھی شدت سے احساس کیا تھا۔

امام اہل سنت نے اہل سنت کی اجتماعی قوت کے استحکام اور فروغ کیلئے جو دس نکاتی فارمولہ سپردِ قلم فرمایا تھا۔ اس کی جتنی اہمیت عہدِ حاضر میں تھی آج اس سے بھی زیادہ ہے۔

- ۱: امام احمد رضا فاضل سرہ فرماتے ہیں: عظیم الشان مدارس کھولے جائیں باقاعدہ تعلیمیں ہوں۔
- ۲: طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی خواہی گرویدہ ہوں۔
- ۳: مدرسوں کی پیش قدمی قرار نہ لیں ان کی کارروائیوں پر دی جائیں۔
- ۴: طبائِع طلبہ کی جانچ ہو جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دے کر اس میں لگایا جائے۔ یوں ان میں کچھ مدرسین بنائے جائیں، کچھ واعظین، کچھ مصنفین، کچھ مناظرین، پھر تصنیف و مناظرہ میں بھی توزیع ہو، کوئی کسی فن پر کوئی کسی فن پر۔
- ۵: ان میں جو تیار ہوتے جائیں، تنخواہیں دے کر ملک میں پھیلانے جائیں کہ تحریراً و عطاءً و مناظرۃً اشاعت دین و مذہب کریں۔
- ۶: حمایت (مذہب) ورژن مذہب میں مفید کتب و رسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں۔
- ۷: تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوش خط چھاپ کر ملک میں مفت شائع کئے جائیں۔
- ۸: شہروں شہروں آپ کے سفیر نگران رہیں جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو، آپ کو اطلاع دیں۔ آپ سرکوبی اعدا کے لئے اپنی فوجیں، میگزین، رسالے بھیجتے رہیں۔
- ۹: جو ہم میں قابل کار، موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انہیں مہارت ہو لگائے جائیں۔
- ۱۰: آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کی حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بہ قیمت و بلا قیمت روزانہ یا کم از کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔ میرے خیال میں تو یہ تدابیر ہیں، آپ اور جو کچھ بہتر سمجھیں افادہ فرمائیں۔

(”فتاویٰ رضویہ“ ج: ۱۲، ص: ۱۳۳-۱۳۴)

امام احمد رضا فاضل سرہ کی یہ دس تدبیریں جماعتِ اہل سنت کی فلاح و بہبود کے لئے رہنما خطوط ہیں۔ امام احمد رضا فاضل سرہ نے ۱۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۰ھ میں کئے گئے ایک سوال کے جواب میں یہ دس نکاتی فارمولہ سپردِ قلم فرمایا تھا۔ اب ۱۴۳۲ھ ہے اس مکمل ایک صدی میں ہم نے ان تدابیر رضا پر کتنا عمل کیا، ہمیں انتہائی سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے۔ حالات کا تقاضا یہی ہے کہ ہم ان تدابیر پر عمل کریں۔ ہم یہاں تفصیل و تجزیہ سے گریز کرتے ہوئے اتنا ضرور عرض کریں گے کہ امام احمد رضا فاضل سرہ نے اس دس نکاتی فارمولے میں پیری مریدی کے تعلق سے کوئی تدبیر نہیں رکھی کہ پیرانِ طریقت تیار کر کے ملک کے گوشے گوشے میں بھیجے جائیں۔ لیکن آج علمائے کرام اور مشائخ عظام کی اولین ترجیح پیری مریدی بن گئی ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ مفکر و مجدد امام احمد رضا ”مشرقی زعم تعصب کی بوچھیوں“ سے قبل از وقت آگاہ تھے یہ ایک حقیقت ہے کہ آج اہل سنت میں ۹۹ فی صد اختلافات حلقہٴ مریداں کے حوالے سے ہیں۔ میرے اس ریمارک پر کوئی یہ نہ سمجھے کہ امام احمد رضا پیری مریدی کے مخالف تھے، یا ہم معاذ اللہ احسان و تصوف سے گریزاں ہیں۔ مسئلہ دراصل ان پیرانِ عصر کا ہے جو احسان و تصوف کے حقیقی تقاضوں سے بہت دور دولت و عشرت کے گلیاروں میں ہاؤ ہو کی ضربیں لگا رہے ہیں، جن کا رخ نظر ارشاد و تبلیغ سے زیادہ طلب زر ہے۔

امام احمد رضا کسی معمولی فکر و دانش کی حامل شخصیت کا نام نہیں تھا۔ لیکن افسوس ہم نے اپنی معمولی فکر و دانش کی روشنی میں امام احمد رضا کو پڑھا۔ اور اسی نیچ پر قوم تک قوم کے درمیان ان کا تعارف کرایا بلکہ عام طور پر ہمارے اسٹیجوں پر امام احمد رضا کے حوالے سے جو خطابات ہوئے ہیں ان کا عام طور پر لازمی تاثر یہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا کی پوری زندگی صرف ردِ بد مذہبوں سے عبارت تھی، انہوں نے اس کے علاوہ کچھ کیا ہی نہیں۔ اور پھر یہی تاثر مخالفین بھی عوام و خواص میں پہنچاتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں اہل علم و دانش کے درمیان امام احمد رضا کی فکر و شخصیت کا وہ تعارف نہیں ہو سکا جس کی وہ متقاضی تھی۔

امام رضا بلاشبہ عظیم مجدد و مفکر تھے۔ ان کی حساس نظر جماعتی مسائل پر بھی تھی اور مسلمانوں کے عالمی منظر نامے پر بھی، وہ ملی فلاح و بہبود کے بھی زبردست داعی تھے۔ ایک سچے قائد و پیشوا کی نظر صرف مجدد و مدرسے تک محدود نہیں ہوتی۔ اس کی نظر میں مسلمانوں کا ملکی، سماجی، اقتصادی اور سیاسی منظر اور پس منظر بھی ہوتا ہے۔ ایک عظیم مجدد اور مخلص مفکر کی منصبی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ امت مسلمہ کے ہر گوشہ حیات پر نظر رکھے اور ان کے لئے بہتر خطوط فکر و عمل طے کرے۔ مسلمانوں کی اقتصادی صورت حال کے پیش نظر امام احمد رضا نے چار نکاتی پروگرام پیش کیا تھا، جسے ہم بلا تبراہ ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

امام احمد رضا فرماتے ہیں:

۱: باستثنا ان محدود باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے، اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصلہ کرتے، یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ و کالت میں گھسے ہیں گھر کے گھر تباہ ہو گئے اور ہوئے جاتے ہیں محفوظ رہتے۔
۲: اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا، اپنی حرفت و تجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے، یہ نہ ہوتا کہ یورپ و امریکہ والے چھٹانک بھرتا بنا صنایع کی گھڑنت کر کے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔

۳: بمبئی، کلکتہ، رگون، مدراس، حیدرآباد وغیرہ کے تو گھر مسلمان بھائیوں کیلئے بنک کھولتے، سود شرع نے حرام فرمایا ہے، مگر اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں جن کا بیان کتب فقہ میں مفصل ہے اور اس کا ایک نہایت آسان طریقہ کتاب ”کفل الفقہ الفہم“ میں چھپ چکا ہے، ان جائز طریقوں پر بھی نفع لیتے کہ انہیں بھی فائدہ پہنچتا اور انکے بھائیوں کی بھی حاجت برآتی اور آئے دن جو مسلمانوں کی جائیدادیں بیوں کی نذر ہوتی چلی جاتی ہیں ان سے بھی محفوظ رہتے، اگر مدیونی کی جائیداد ہی لی جاتی تو مسلمان ہی کے پاس رہتی، یہ تو نہ ہوتا کہ مسلمان ننگے اور بننے چنگے۔

۴: سب سے زیادہ اہم، سب کی جان سب کی اصل اعظم وہ دین متین تھا جس کی رسی مضبوط تھا منے نے اگلوں کو ان مدارج عالیہ پر پہنچایا، چار دانگ عالم میں اس کی ہیبت کا سکہ بٹھایا، نان شبینہ کے محتاجوں کو بلند تاجوں کا مالک بنایا۔ اور اسی کے چھوڑنے نے پچھلوں کو یوں چاہِ ذلت میں گرایا۔

(”فتاویٰ رضویہ“ ج: ۱۲، ص: ۱۷۸، ۱۷۷)

سماجی اور اقتصادی بربادی پر مسلمانوں کی فلاح و ترقی کے لئے امام احمد رضا کا یہ چار نکاتی فارمولا آج بھی اتنا ہی اہم ہے جتنا کل تھا۔ بلکہ آج جب کہ غیر اہل سنت اور غیر مسلم ان میدانوں میں شب خون مار کے بہت آگے بڑھ گئے ہیں، فکرِ رضا کی معنویت آج ماضی سے بھی زیادہ اہم ہو گئی ہے۔ بلاشبہ آج ضرورت ہے کہ (۱) مسلمان اپنے فیصلوں کیلئے دارالقضا قائم کریں۔ (۲) مسلمان صرف مسلمانوں سے خریدیں۔ (۳) مسلمان اسلامک بینکنگ نظام قائم کریں۔ (۴) مسلمان دین اسلام پر مکمل عمل کریں۔

امام احمد رضا فاضل سرہ العزیز ایک عبقری مفکر و مجدد تھے۔ امت مسلمہ کے سچے ہمدرد اور مخلص رہے نہایت تھے۔ عصر حاضر کا تقاضہ ہے کہ امام احمد رضا کی فکر و اور تدبیروں کو عام کیا جائے۔ ملت کا کارواں ان کے پیش کردہ خطوط کی روشنی میں آگے بڑھایا جائے۔ اسی میں ہماری دینی اور دنیاوی فلاح و کامرانی ہے، اور یہی امام احمد رضا سے سچی محبت اور انکی بارگاہ میں سچا خراج عقیدت ہے۔ (بکریہ ”مانامہ“ (ترجمہ) مبارکپور (لڑیا)

بیادِ محبوبِ سبحانی حضورِ غوثِ الاعظم الشیخ

عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

مقام اُونچا ہے اور بالا ہے پایا غوثِ اعظم کا
حشم کا مُتَرَف ہے کُل زمانہ غوثِ اعظم کا
خدا نے ان کو جو بخشی ہے عظمت غیر فانی ہے
رہے گا حشر تک ممتاز درجہ غوثِ اعظم کا
بخوبی ہے عیاں ادج مقامِ مصطفیٰ اس سے
نبی کا پر تو عظمت ہے رُتبہ غوثِ اعظم کا
زبانِ پاک کا ہے لفظ لفظ حکمت کا گنجینہ
دلوں میں کر گیا گھر نکتہ نکتہ غوثِ اعظم کا
مخاطب آپ کے ستر ہزار افراد تک ہوتے
بہ آسانی ہر اک سنتا تھا خطبہ غوثِ اعظم کا
رواں بہود ملت کے لئے تھا اُن کا خامہ بھی
متاعِ حق ہے تحریری خزانہ غوثِ اعظم کا
بہ شرق و غرب پہنچا فیضِ علم و معرفت اُن کا
شنا سا ہے جہاں کا گوشہ گوشہ غوثِ اعظم کا
وہ حلقہ چشتیہ ہو نقشبندی، سہروردی ہو
جمال افزائے ہر حلقہ ہے جلوہ غوثِ اعظم کا
محمد مصطفیٰ کی بقی ہے خیراتِ اس در سے
تسیم فیضِ حق ہے آستانہ غوثِ اعظم کا
قیامت تک کرے گا رہنمائی نوعِ انسان کی
ادب، علم و ہدای کا گاہوارہ غوثِ اعظم کا
نہ کم ہوگا تسلسلِ گردشِ ایام سے اس کا
رہے گا ذکرِ جاں پرور ہمیشہ غوثِ اعظم کا
غموں کی جان لیوا دھوپ کیا اُن کا بگاڑے گی
سروں پر اہل ایمان کے ہے سایہ غوثِ اعظم کا

درِ میراں پہ طارقِ حاضری اک دن ضرور ہوگی
مری قسمت میں بھی ہے نانِ پارہ غوثِ اعظم کا

(رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ)

محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

مارچ 2011ء

10

ماہنامہ اہلسنت گجرات

حضور سید عالم ﷺ نور ہیں

”نور“ پر توین ہے اور ”النُّورُ لِلْعَظِيمِ“ توین تعظیم کیلئے بھی آتی ہے۔ یعنی آپ تمام نوروں کا منبع اور ساری خدائی کے سلطان ہیں، صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔

وضع واضح میں تیری صورت ہے معنی نور کا یوں مجازاً چاہیں جس کو کہہ دیں کلمہ نور کا تفاسیر کے مطابق اس آیت میں ”نور“ سے مراد ہمارے نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ”کتاب مبین“ (روشن کتاب) سے مراد ”قرآن مجید“ ہے۔ (۲)

”تفسیر جلالین“ ص: ۹۷ میں ہے:

”نُورٌ هُوَ النَّبِيُّ“

”نور وہ نبی پاک (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔“

”تفسیر ابن عباس“ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ) ص: ۷۲ میں ہے:

”نُورٌ رَسُولٌ يَعْنِي مُحَمَّدًا“

”نور رسول پاک یعنی حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں۔“

”تفسیر صاوی“ ج: ۱، ص: ۲۷۵ میں ہے:

”سُمِّيَ نُورًا..... لِأَنَّهُ أَصْلُ كُلِّ نُورٍ حَسِّيٍّ وَمَعْنَوِيٍّ“

”نبی پاک عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا نام مبارک نور رکھا گیا کیونکہ آپ ہر حسی اور معنوی نور کی اصل ہیں۔“

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

ہمارے پیارے نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اصل اور تخلیق کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے نور ہیں جنہیں ان کے خالق و معبود عز و علانے سب مخلوق سے پہلے اپنے نور سے پیدا فرمایا اور انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کیلئے لباس بشریت میں تمام نبیوں، رسولوں (عَلٰیہُمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) کے بعد اس دنیا میں آپ کا ظہور فرمایا، اس لحاظ سے آپ نوری بشر، بے مثل بشر اور سید البشر ہیں، صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔

بزم آخر کا شمع فروزاں ہوا
نور اول کا جلوہ ہمارا نبی

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۱: ”قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ“

”بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔“ (۱)

”قد جاء“ بے شک تشریف لایا۔“

کلمہ ”قد“ سے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تشریف آوری کو مؤکد کیا تاکہ شک نہ رہے، تشریف لانا بتاتا ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پہلے تھے پھر تشریف لائے۔

”کم“ ضمیر مخاطب یعنی تمہارے ہر ایک کے پاس تشریف لایا۔

”نور“ مصدر ہے۔ مصدر کا معنی جائے صدور یعنی نکلنے کی

جگہ۔

یہ جو مہر و ماہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا
وہابیہ کی طرف سے اعتراض ہوتا ہے کہ ”نور“ اور ”کتاب
مبین“ سے مراد ایک چیز ہے۔ نور اور کتاب کے درمیان عطف تفسیری
ہے۔

الجواب:

اگر یہاں عطف تفسیری مانا جائے تو تفسیر جلالین، تفسیر ابن
عباس رَضِيَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اور دیگر تفاسیر معتبرہ کا انکار لازم آئے گا۔
جب صحابی رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) حضرت عبداللہ بن عباس رَضِيَ
اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نور سے مراد محمد رسول اللہ (صَلَّى اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) لے رہے ہیں۔ (۱)

تو تم اس نور سے مراد کتاب کیسے لے سکتے ہو، کیا صحابہ کرام
(عَلٰیہمُ الرِّضْوَان) (۲)

قرآن کو زیادہ سمجھتے تھے جنہوں نے نبی پاک عَلَیْہِ الصَّلٰوۃ
وَالسَّلَام سے قرآن سیکھا یا تم نجدی وہابی زیادہ سمجھتے ہو؟

یہاں نور اور کتاب کے درمیان واؤ ہے جو معطوف الیہ
اور معطوف کی مغایرت چاہتی ہے لیکن اگر دونوں کو تم ایک ہی کہتے
ہو تو یوں کہا کرو زمین و آسمان، مرد و عورت، حق و باطل، کفر و اسلام ایک ہی
ہیں۔ اگر ان مقامات پر واؤ یعنی عطف کی وجہ سے ایک نہیں بلکہ دو چیزیں
مراد لیتے ہو تو نور و کتاب سے مراد دو چیزیں کیوں نہیں لیتے اور حبیب خدا
صَلَّى اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نور ہونے کا انکار کیوں کرتے ہو؟

نور الہ کیا ہے محبت حبیب کی
جس دل میں یہ نہ ہو وہ جگہ خوک و خرکی ہے

(صَلَّى اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)

۲: ”وَدَاعِيَآلِی اللّٰہِ بِاٰذِنِہٖ وَسِرَآجًا مُّبِیْنًا۔“

”اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے حکم سے بلانے والا
اور چمکا دینے والا آفتاب۔“

مخالفین بھی مانتے ہیں کہ نبی پاک عَلَیْہِ الصَّلٰوۃ والسلام کے
قدم انور کی برکت سے مکہ مکرمہ میں ایک عام پہاڑ جبل نور بنا۔ حضور عَلَیْہِ
الصَّلٰوۃ والسلام کی تشریف آوری سے یثرب ”مدینہ منورہ“ بنا۔ محبوب خدا
صَلَّى اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دو شہزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت اُمّ
کلثوم رَضِيَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا حضرت عثمان غنی رَضِيَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے عقد میں
آئیں گی وجہ سے ان کا لقب ذوالنورین (دو نوروں والا) ہوا۔

نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا
یہ سب کچھ ماننے کے باوجود نبی پاک عَلَیْہِ الصَّلٰوۃ والسلام
کے نور ہونے کے منکر ہیں۔ یہ رسول پاک عَلَیْہِ الصَّلٰوۃ والسلام سے
عداوت ہے:

ظالموں محبوب کا حق تھا یہی
عشق کے بدلے عداوت کیجئے
۳: ”يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمِّ
نُورِہٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ۔“

”(کافر) چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے منہوں سے بجھا
دیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا پڑے برامانیں کافر۔“ (۳)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی پاک صَلَّى اللہُ تَعَالٰی
عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو نور اللہ (اللہ کا نور) فرمایا۔ اس آیت سے یہ بھی پتہ چلا
کہ اس نور کے دشمن، اسے بجھانے کا ارادہ کرنے والے، اس نور کے
منکر، کافر ہیں۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھوکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

۱: ”صحابی کے علاوہ وہابی مولویوں نے بھی یہی لکھا ہے۔ ملاحظہ کریں (”فتح القدیر“ ج: ۲، ص: ۲۳ ”فتح البیان“ ج: ۲، ص: ۲۶۸ ”تفسیر ثنائی“ ج: ۲، ص: ۹ ”اشرف الموعظ“ ص: ۱۴۸ ”امداد السلوک“ ص: ۸۵
۲: ”وہابی مولویوں نے لکھا ہے کہ صحابی کا قول و فعل ہمارے لئے حجت نہیں ملاحظہ کریں (”عرف الجادی“ ص: ۸۰ ”فتاویٰ
نذیریہ“ ج: ۱، ص: ۳۳۰ ”سیرت ثنائی“ ص: ”تاج المکل“ ص: ۲۸۶
۳: ”پ“ ۲۸، ج: ۸، کنز الایمان

رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے
احادیث مبارکہ:

۱: حضرت جابر بن عبد اللہ بن زبئی اللہ تعالیٰ عنہما نے دربار رسالت میں عرض کیا:

”یا رسول اللہ (علیک الصلوٰۃ والسلام) میرے ماں باپ آپ پر قربان، مجھے خبر دیجئے کہ تمام اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کس شے کو پیدا فرمایا۔“

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”يَا جَابِرُ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ خَلَقَ قَبْلَ الْأَشْيَاءِ نُورَ نَبِيِّكَ مِنْ نُورِهِ.“

”اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔“ (۱)

(یہ حدیث امام بخاری کے استاذ محدث عبد الرزاق نے اپنی تصنیف میں روایت کی اور یہ اس میں با سند موجود ہے اور سند صحیح ہے)

اس حدیث پاک کو مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی دہلوی نے اپنی کتاب نشر الطیب صفحہ نمبر ۶ پر نقل کیا ہے۔

۲: شیخ محقق حضرت علامہ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

”در حدیث صحیح وارد شدہ کہ ”أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي.“ (۲) یعنی صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا فرمایا۔“

۳: ”كُنْتُ نُورًا بَيْنَ يَدَيْ رَبِّي قَبْلَ خَلْقِ آدَمَ بَارَبَعَةَ عَشَرَ أَلْفَ عَامٍ.“ (۳)

”نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
”میں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے رب کے حضور میں ایک نور تھا۔“

۴: امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا:

اے جبریل آپ کی عمر کتنے سال ہے؟

جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اس کے سوا میں نہیں جانتا کہ ایک ستارہ ستر ہزار سال بعد طلوع ہوتا تھا۔ میں نے اسے بہتر ہزار (۷۲۰۰۰) مرتبہ طلوع ہوتے دیکھا ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”يَا جِبْرِيلُ وَعِزَّةَ رَبِّي جَلَّ جَلَالُهُ أَنَا ذَلِكَ الْكَوْكَبُ.“
”اے جبرائیل مجھے اپنے رب جل جلالہ کی عزت کی قسم وہ ستارہ (نور) میں ہوں۔“ (۴)

۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ علیہم الرضوان نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ کو نبوت کب عطا ہوئی؟

فرمایا:

”كُنْتُ نَبِيًّا وَأَدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ.“

”میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔“ (۵)

ظاہر میں میرے پھول حقیقت میں میرے نخل
اس گل کی یاد میں یہ صدا ابوالبشر کی ہے

۱: ”ابن ہمام“ ”انوار محمدیہ“ ص: ۹

۲: ”مدارج النبوة“ ج: ۲، ص: ۲

۳: ”انوار محمدیہ من مواہب اللدنیہ“ ص: ۹

۴: ”جواہر البحار“ ص: ۲۳۸، ”تفسیر روح البیان“ ج: ۳، ص: ۴۳

۵: ”ترمذی“ ص: ۲۰۲ ”مشکوٰۃ“ ص: ۵۱۳

وہابی دیوبندی میلا نہیں مناتے:

اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر نبی پاک ﷺ کی ولادت بیان کی تو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے ہزاروں سال پہلے آپ کی تخلیق اور نبوت ثابت ہوگی۔ انسانوں کا سلسلہ تو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہوا۔ اس وقت نبی پاک ﷺ کی ولادت کو محض نور ماننا پڑے گا اور اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نور مان لیا پھر تو وہابی عقیدہ کی جڑ اکڑ جائے گی۔ وہابی اس لئے میلا دمناتے ہی نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نور ماننا پڑے۔

شع دل مشکوۃ تن سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کیلئے آیا ہے سورہ نور کا

۶: ”أَخْرَجَ الْحَكِيمُ التَّرْمِذِيُّ عَنْ ذُكْوَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يُرَى لَهُ ظِلٌّ فِي شَمْسٍ وَلَا قَمَرٍ.“

”حکیم ترمذی نے حضرت ذکوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ سورج کی روشنی میں نظر آتا تھا اور نہ چاند کی روشنی میں۔“ (۱)

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا
مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نورانیت کے
منکروں کا اعتراض:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کھانا، پینا، چلنا، پھرنا، سونا، جاگنا، نکاح کرنا اور بعض عوارض سے متاثر ہونا یہ نور ہونے کے منافی ہے۔ لہذا آپ نور نہیں ہیں۔ (علیہ الصلوٰۃ والسلام)

الجواب:

جیسا کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہوا کہ حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حقیقتاً اور اصلاً نور ہیں، انسانوں کی رہنمائی اور لوگوں کے سامنے قابل اتباع نمونہ پیش کرنے کیلئے آپ

کے نور کی صورت بشری میں جلوہ گری ہوئی۔ نور جب لباس بشریت میں جلوہ گر ہوتا ہے تو بشری عوارض سے متاثر ہونے کے باوجود نور ہی ہوتا ہے اور اس کی حقیقت اور اصلیت کی نفی نہیں ہوتی جیسا کہ قرآن وحدیث میں ایسے کئی واقعات ملتے ہیں۔

چنانچہ حدیث پاک میں مروی ہے:

”جَاءَ مَلِكُ الْمَوْتِ إِلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ..... فَلَطَمَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ عَيْنَ مَلِكِ الْمَوْتِ فَقَفَاها.“

”ملک الموت حضرت موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہوئے تو حضرت موسیٰ نے ملک الموت علیہما الصلوٰۃ والسلام کی آنکھ پر طمانچہ مارا تو آنکھ نکال دی۔“ (۲)

جبریل امین نور ہیں (علیہ الصلوٰۃ والسلام) مگر سیدہ مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بیٹا عطا کرنے کیلئے لباس بشری میں تشریف لائے تو اس کے باوجود نور ہی رہے۔“

”قرآن پاک“ میں ہے:

”فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا.“ (۳)

پس وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا۔

پتہ چلا بشر انسان کے بشرہ اور ظاہری شکل کو کہتے ہیں۔

نیز حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں کئی بار انسانی شکل وصورت میں حاضر ہوئے۔ تب بھی ان کی حقیقت یعنی نور ہونے میں کوئی فرق نہ آیا تو حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور، جسے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے پہلے اپنے نور مبارک سے پیدا فرمایا۔ اگر لباس بشری میں دنیا میں جلوہ گر ہو تو اس کی نورانیت میں کیسے فرق آسکتا ہے!

ک گیسوہ دہن ی ابرو آنکھیں ع ص
کھیں ص ان کا ہے چہرہ نور کا

(صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ)

۱: ”الخصائص الكبرى“ ج: ۱، ص: ۶۸

۲: ”بخاری“ ج: ۱، ص: ۱۷۸ ”مسلم“ ج: ۲، ص: ۲۶۷، ”نسائی“ ج: ۱، ص: ۲۲۷، ”مشکوٰۃ“ ص: ۵۰۷

۳: ”پ“ ۱۶، ع: ۵، آیت: ۱۷

اولیا اللہ کے تصرفات

ولی کا لغوی معنی:

ولی کا معنی ہے نصیر یعنی مدد کرنے والا۔ ولی بمعنی فاعل بھی ہے۔ یعنی منتظم اور متصرف، اور مفعول کے معنی میں بھی ہے یعنی جو کسی کے زیر انتظام اور زیر تصرف ہو۔ مومن کیلئے کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہے۔ یعنی وہ اللہ کی ذات کی معرفت اور اسکے جمال و جلال کے نور میں مستغرق رہنے کی وجہ سے اسکے قریب اور مقرب ہو چکے ہیں اور اپنے قلب اور قالب میں اپنی خواہش سے تصرف نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشا سے تصرف کرتے ہیں یا انکے ہدایت پر قائم رہنے کا اللہ تعالیٰ متولی ہے اور یا وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کرنے کیلئے ہر وقت اپنے اعضاء میں متولی اور متصرف رہتے ہیں۔

(”المفردات“ ۶۹۴/۲)

ولی کا اصطلاحی معنی:

ولی وہ کامل مومن ہے جو عارف باللہ ہوتا ہے ہر طرح کے گناہوں سے دور رہنے کے ساتھ ساتھ دائمی عبادت کرتا ہے لذات اور شہوات میں انہماک سے گریز کرتا ہے۔

(”شرح المقاصد“ ۷۲، ۷۳/۵)

ولی سے مراد وہ شخص ہے جو عالم باللہ ہو اور اخلاص کیساتھ مسلسل عبادت میں لگا رہے۔

(”فتح الباری“ ۳۲۲)

ملا علی قاری لکھتے ہیں فعلیل بمعنی مفعول:

”وَهُوَ مَنْ يَتَوَلَّى اللَّهَ أَمْرًا فَلَا يَكِلُهُ إِلَى نَفْسِهِ لَحْظَةً قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ. أَوْلُمْبَالَعَةِ فَاعِلٍ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أَحْبَبْتُهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِي لَأَعِيزَنَّهُ.“

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں اس سے اعلان جنگ کر دیتا ہوں، جس چیز سے بھی بندہ میرا قرب حاصل کرتا ہے، ان میں سب سے زیادہ محبوب مجھے وہ عبادت ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ سے میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، پھر جب اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اسکے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اسکی آنکھیں ہو جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے، میں اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے۔ اور اسکے پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کو ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دیتا ہوں۔“ (الحديث)

(”مشکوٰۃ شریف“ ص: ۱۹۷، ”صحیح بخاری“ ۹۶۳/۲)

وَهُوَ الْمُتَوَلَّى عِبَادَةَ اللَّهِ وَطَاعَتَهُ التَّوَالِي بِاتِّخَالٍ عَصِيَانٍ
وَالْأَوَّلُ يُسَمَّى مُرَادًا وَمَجْدُوبًا سَالِكًا وَالثَّانِي مُرِيدًا أَوْ سَالِكًا
مُجْدُوبًا وَاخْتَلَفَ أَهْلُهَا أَفْضَلَ وَفِي الْحَقِيقَةِ كُلُّ مُرَادٍ مُرِيدٌ
وَكُلُّ مُرِيدٍ مُرَادٌ۔“

”ولی کا لفظ فاعل کے وزن پر مفعول کے معنی میں ہے یعنی وہ شخص جسکے کاموں کی اللہ حفاظت کرتا ہو اور ایک لمحہ کیلئے بھی اسے اسے نفس کے سپرد نہ کرتا ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”وہو يتولى الصالحين“ (الاعراف: ۱۹۶) اللہ نیک لوگوں کی حفاظت کرتا ہے۔ اس معنی کے اعتبار سے ولی کو مراد (مطلوب) اور مجذوب سا لک کہتے ہیں اور یا یہ لفظ فاعل کے معنی میں مبالغہ کا صیغہ ہے اس کا معنی یہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت کی مسلسل حفاظت کرتا ہو اور اس کی زندگی میں کبھی گناہ شامل نہ ہو اس معنی کے اعتبار سے ولی مرید اور سالک مجذوب ہے اسمیں اختلاف ہے کہ ان میں افضل کون ہے اور حقیقت میں ہر مراد مرید ہے اور ہر مرید مراد ہے۔“

(”مرقاۃ“ ۵۴/۵)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اولیا اللہ کون ہیں؟

تو آپ نے فرمایا:

”یہ وہ لوگ ہیں کہ جب یہ دکھائی دیں تو اللہ یاد آجائے۔“

(”جامع البیان“ ۱۴۱/۱)

مَنْ عَادَ..... بِالْحَرْبِ:

یعنی جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں اس سے اعلان جنگ کر دیتا ہوں۔ یعنی جو میرے ایک ولی کا دشمن ہے وہ مجھ سے جنگ کرنے کو تیار ہو جائے۔

”قَالَ الْأَيْمَةُ لَيْسَ فِي الْمَعَاصِي مَنْ تَوَعَّدَ اللَّهُ أَرْبَابَهَا بِأَنَّهُ مُحَارِبُهُ إِلَّا هَذَا وَاجِلُ الرَّبِّ“۔ (مرقاۃ)
”یعنی صرف دو گناہوں پر بندہ کو اللہ کی طرف سے اعلان جنگ دیا گیا ہے ایک سود خور دوسرا دشمن اولیاء۔“

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ۔“
”پس اگر ایسا نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کا یقین

کرو۔“

یہ کلمہ دلالت کرتا ہے کہ یہ دونوں خصلتیں انتہائی خطرناک ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا بندے کو اعلان جنگ بندے کے سوائے خاتمہ کی دلیل ہے اسلئے جو اللہ سے اعلان جنگ کرتا ہے وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ پتہ چلا ایک ولی اللہ سے اسلئے عداوت و عناد کہ یہ ولی اللہ ہے یہ کفر ہے، اور اسی کا یہاں ذکر ہے اور ایک ہے کسی ولی کا کسی ولی سے اختلاف رائے یہ کفر ہے نہ فسق لہذا اور صحابہ جن کی آپس میں لڑائیاں رہیں انکو برا نہیں کہا جاسکتا کہ وہاں اختلاف رائے تھا عداوت و عناد نہ تھا۔

وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ..... اقْتَرَضْتُ عَلَيْهِ:

یعنی مجھ تک پہنچنے کے بہت ذرائع ہیں مگر ان تمام ذرائع سے زیادہ محبوب ذریعہ ادائے فرائض ہے۔

”وَقَوْلُهُ أَحَبُّ يَفْتَضِي أَنْ تَكُونَ وَسَائِلُ الْقُرْبِ كَثِيرَةٌ وَأَحَبُّهَا إِلَى اللَّهِ آدَاءُ الْفَرَائِضِ۔“

اسی لئے صوفیا فرماتے ہیں کہ فرائض کے بغیر نوافل قبول نہیں ہوتے۔ افسوس ہے ان لوگوں پر جو فرض عبادات میں سستی کرتے ہیں اور نوافل پر زور دیتے ہیں اور ہزار ہا افسوس ان لوگوں پر جو بھنگ، چرس حرام گانے بجانے کو خدا تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور نماز روزے کے قریب تک نہیں جاتے۔

وَمَا يَزَالُ عَبْدِي..... حَتَّى أَحْبَبْتُهُ:

اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے قریب ہوتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں یعنی بندہ مسلمان فرض عبادت کے ساتھ نوافل بھی ادا کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ میرا محبوب ہو جاتا ہے کیونکہ وہ فرائض و نوافل کا جامع ہوتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ فرائض چھوڑ کر نوافل ادا کرے۔

(مرقاۃ)

فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ..... يَمْشِي بِهَا:

پھر جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اسکے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اسکی آنکھیں ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اسکے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اسکے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے:

”وَلِسَانُهُ الَّذِي يَتَكَلَّمُ بِهِ.“

”میں اسکی زبان بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ کلام کرتا ہے۔“

”وَقَوَادِئُ الَّذِي يَنْقُلُ بِهِ.“

”میں اسکا دل ہو جاتا ہوں جس سے وہ سوچتا ہے۔“

(”فتح الباری“ ۳۳۲/۱۱ ”عمدة القاری“ ۹۰/۲۲)

حدیث کے اس حصے کی توجیہ میں عام طور شارحین اور علماء نے یہ کہا ہے کہ بندہ اپنے کانوں سے ہی سنتا ہے جس کے سننے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور اپنی آنکھوں سے وہی دیکھتا ہے جسکے دیکھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور بندہ کا سننا اللہ کا سننا اور بندہ کا دیکھنا اللہ کا دیکھنا ہوتا ہے اسی لئے فرمایا میں اسکے کان ہو جاتا ہوں اور اسکی آنکھیں ہو جاتا ہوں لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ کوئی بندہ اسوقت تک اللہ تعالیٰ کا محبوب نہیں بنے گا جب تک کہ اس کا سننا اس کا دیکھنا اس کا تصرف کرنا اور اس کا چلنا اللہ کے احکام کے مطابق نہ ہو اور اللہ تعالیٰ اسکو اپنا محبوب بنالے گا تو پھر اللہ تعالیٰ اسکے کان ہو جاتا ہے اور اسکی آنکھیں ہو جاتا ہے۔ کا معنی یہ نہیں ہو سکتا ہے۔ بلکہ اس کا دیکھنا سننا بولنا پکڑنا اور سوچنا عام لوگوں سے مختلف ہوگا تو اس حدیث کی بہترین توجیہ وہ ہوگی جو امام رازی علیہ الرحمۃ نے ”تفسیر کبیر“ میں کی ہے:

”وَكَذَلِكَ الْعَبْدُ إِذَا وَاطَّأ عَلَى الطَّاعَاتِ بَلَغَ إِلَى الْمَقَامِ الَّذِي يَقُولُ اللَّهُ كُنْتُ لَهُ سَمْعًا وَبَصَرًا فَإِذَا صَارَ نُورُ جَلَالِ اللَّهِ سَمْعًا لَهُ سَمِعَ الْقَرِيبَ وَالْبَعِيدَ وَإِذَا صَارَ ذَلِكَ النُّورُ بَصَرًا لَهُ رَأَى الْقَرِيبَ وَالْبَعِيدَ وَإِذَا صَارَ ذَلِكَ النُّورُ يَدًا لَهُ قَدَرَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي الصَّعْبِ وَالسَّهْلِ وَالْقَرِيبِ.“

(”تفسیر کبیر“ ۲۳۶/۷ طبع مکتبہ علوم اسلامیہ)

”بندہ جب عبادت اور اطاعت پر جمشکی کرتا ہے تو اس مقام

تک پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے میں اسکی آنکھ ہو جاتا ہوں اور اسکے کان ہو جاتا ہوں پس جب اللہ تعالیٰ کا نور اسکے کان ہو جاتا ہے تو وہ قریب اور دور سے سن لیتا ہے اور جب اس کا نور جلال اسکی آنکھ ہو جاتا ہے تو وہ قریب اور بعید کو دیکھ لیتا ہے اور جب اس کا نور اسکے ہاتھ ہو جاتا ہے تو وہ مشکل اور آسان کاموں پر اور دور و نزدیک کی چیزوں میں تصرف پر قادر ہو جاتا ہے۔

سید محمود آلوسی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”فَقَدْ يُمْنَحُ الْعَبْدُ قُرْبَ النَّوَافِلِ فَيَكُونُ الْحَقُّ

سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى بَصَرُهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَسَمْعُهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَقَدْ يَرْقَى مِنْ ذَلِكَ إِلَى قُرْبِ الْفَرَائِضِ فَيَكُونُ نُورًا فَهَذَا يَكُونُ الْغَيْبُ لَهُ شُهُودًا أَوْ الْمَقْفُودُ لَدَيْنَا عِنْدَهُ مُوجُودًا.“

”کبھی بندہ کو نوافل کا قرب عطا کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی آنکھ بن جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے اور اسکے کان بن جاتا ہے جس سے سنتا ہے اور کبھی اس سے ترقی کر کے قرب فرائض تک پہنچتا ہے تو محض نور بن جاتا ہے اس مقام پر پہنچ کر اس محبوب بندہ کے لئے غیب حاضر کی مانند ہو جاتا ہے اور جو ہمارے لحاظ سے معدوم ہوتا ہے وہ اسکے لئے موجود ہو جاتا ہے۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

”ماقرب نوافل آن است کہ صفات بشریہ سالک از روئے زائل شوند و صفات حق بروئے ظاہر آیند چنانچہ زندہ گرد اندمردہ را و بمیر اند زندہ را باذن اللہ و بشنود و ببیند از جمیع بدن خود و بشنود مسموعات را و ببیند مبصرات را از بعید و علیٰ هذا القیاس باقی صفات وے سوائے این۔ و ہمیں فنائے صفات بندہ است بصفات حق تعالیٰ و این ثمرۃ نوافل است۔“

”لیکن قرب نوافل یہ ہے کہ سالک کی بشری صفات اس سے زائل ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات اس پر ظاہر ہو جائیں چنانچہ

مردوں کو زندہ کرنے لگے اور زندہ لوگوں کو مارنے لگے اللہ تعالیٰ کے اذن سے اور اپنے تمام بدن کیساتھ سنے اور دیکھے سنائی دینے والی اشیاء کو دور سے سنے اور دکھائی دینے والی اشیاء کو دور سے دیکھے اسی پر قیاس کرتے ہوئے اسکی دیگر صفات بھی۔ اور یہی بندے کی صفات کا اللہ تعالیٰ کی صفات میں فنا ہو جانا ہے اور یہ نوافل کا ثمرہ و نتیجہ ہے۔“

(”ضیاء القلوب مترجم“ ص: ۳۰)

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کا ولی فرائض پر بھیگی اور نوافل پر پابندی کرنے سے محبوبیت کے ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں وہ اللہ تعالیٰ کے انوار سے منور ہو کر اسکی صفات کا مظہر ہو جاتا ہے لیکن بندہ بندہ ہی رہتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ ولی میں حلول کر جاتا ہے جیسے کونکہ میں آگ یا لوہا میں آگ یا پھول میں رنگ اور خوشبو یا جیسے آئینہ میں کسی چیز کا عکس ہو تو آئینہ وہ چیزیں نہیں بن جاتا ہے بلکہ اس کی صورت کا مظہر بن جاتا ہے بلاشبہ و تمثیل جب ولی کامل کی بشری صفات فنا ہو جاتی ہیں اور وہ فنا فی اللہ ہو جاتا ہے تو وہ اللہ کی صفات کا مظہر ہو جاتا ہے۔ جس سے خدائی طاقتیں اسکے اعضا میں کام کرتی ہیں اور وہ ایسے ایسے کام کر لیتا ہے جو عقل سے ماورا ہیں۔

شیخ انور شا کا شیریں متونی ۱۳۵۲ھ نے لکھا ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”فَلَمَّا اتَّهَمُوا نُودِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ يُمُوسَىٰ إِنِّي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ.“

(القصص: ۳۰)

”پھر جب موسیٰ آگ کے پاس آئے تو انہیں میدان کے داہنے کنارے سے برکت والے مقام میں ایک درخت سے ندا کی گئی کہ اے موسیٰ بے شک میں ہی اللہ ہوں تمام جہانوں کا پروردگار۔ دکھائی یہ دے رہا تھا کہ درخت کلام کر رہا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اس کلام کی نسبت اپنی طرف فرمائی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس درخت میں تجلی فرمائی تھی اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کیلئے وہ درخت واسطہ بن گیا تھا تو جس میں تجلی کی گئی تھی اس نے تجلی کرنے والے کا حکم لے لیا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ضرورت کی وجہ سے آگ میں یا درخت میں

تجلی فرمائی تھی اور جب تم نے تجلی کا معنی سمجھ لیا تو جب درخت کیلئے یہ جائز ہے کہ بیشک میں اللہ ہوں تو جو نوافل کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے وہ اللہ کی سمع اور بصر کیوں نہیں ہو سکتا وہ ابن آدم جو صورت رحمن پر پیدا کیا گیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درخت سے کم تو نہیں ہے۔ (یعنی جب شجر موسیٰ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کا مظہر ہو سکتا ہے تو سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا ولی جو اللہ کا محبوب ہو جائے وہ اللہ کی صفت سمع اور بصر کا مظہر کیوں نہیں ہو سکتا۔)

(”فیض الباری“ ۲۹/۳، مطبوعہ مجلس علمی ہند

باحوالہ ”تبیان القرآن“ ۲۱۹/۵)

یہ شان ہے انکے غلاموں کی سردار کا عالم کیا ہوگا
وَإِنْ سَأَلْنِي.....لَأُعِيذَنَّهُ:

اور اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ لیتا ہے تو میں اس کو ضرور پناہ دیتا ہوں۔ یعنی وہ بندہ مقبول الدعاء بن جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے خیر مانگے یا شر سے پناہ اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت سنتا ہے، معلوم ہوا کہ اولیاء رب تعالیٰ کی پناہ میں رہتے ہیں اور جو شخص ان سے دعا کروائے اسکی دعا قبول ہوگی اور جو شخص ان کی پناہ میں آئے وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجائے گا۔

زحمت کن نظر بر حال زارم یا رسول اللہ
عزیم بے نوائم خاکسارم یا رسول اللہ
توئی تسکین دل، آرام جاں، صبر و قرار من
رخ پر نور بنما بے قرارم یا رسول اللہ
مجھے بھی یاد رکھیے ہوں تمہارا امتی عاصی
گنہگاروں کو جب تم بخشاؤ یا رسول اللہ
جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپکے ہاتھوں
بس اب چاہو ڈوباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ
(صَلَّى اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)

کارس الالافتاء

یعنی اے ایمان والو تم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں صلوٰۃ وسلام پڑھو۔

تو ”الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ“ پڑھنا اسی حکم کی تعمیل ہے۔ لہذا ”الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ“ درحقیقت صلوٰۃ وسلام کا مجموعہ ہے جسے فارسی میں درود وسلام کہہ دیا جاتا ہے اور صلوٰۃ وسلام کے اس مجموعہ کو تخفیفاً عرف عام میں صلوٰۃ یا درود شریف کہا جاتا ہے۔

”پھر صلوٰۃ“ کئی ایک معانی میں مستعمل ہے صلوٰۃ کا معنی ”نماز“ بھی ہے صلوٰۃ کا معنی ”دُعا“ بھی ہے اور صلوٰۃ کا معنی درود شریف بھی ہے۔ شریعت مطہرہ میں جہاں ”صلوٰۃ“ کا لفظ نماز اور دُعا کے معنوں میں بولا گیا ہے وہاں ”صلوٰۃ“ درود شریف کے معنی میں بھی بولا گیا ہے۔ جیسے آیت مذکورہ بالا میں محدثین کرام نے اپنی اپنی تصنیفات اور تالیفات میں درود شریف کا الگ باب باندھا ہے۔

جیسے ”مکتوٰۃ شریف“ میں ہے:

”بَابُ الصَّلٰوةِ عَلٰی النَّبِیِّ وَفَضْلِہَا۔“

”سنن نسائی شریف“ میں ہے:

”بَابُ فَضْلِ الصَّلٰوةِ عَلٰی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔“

”مسلم شریف“ میں ہے:

”بَابُ الصَّلٰوةِ عَلٰی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔“

ان ابواب میں درود شریف پر ”صلوٰۃ“ کا نام بولا گیا ہے نہ کہ ”نماز“ پر۔ پھر ان ابواب کے تحت جو احادیث منقول ہوئیں ان میں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

۱: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارے میں کہ ”الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ“ سلام ہے یا کہ درود شریف؟ دوسرے وہابی لوگ اس کو سلام کہتے ہیں۔

۲: اگر یہ درود شریف ہے اور شرعاً اس کا پڑھنا حدیث شریف کے حوالے سے ثابت کریں، معتبر دلیل دیں تاکہ یہ ثبوت میں اُن کو پیش کر سکیں۔

السائل:

ڈاکٹر صفدر علی شاہ

کالو کے، ڈاکخانہ خاص، تحصیل ضلع شیخوپورہ

بَقُوْثُ الْعَلَامِ الْمُنْعَمِ الْوَهَّابِ

الجواب:

۱: ”الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ“ یہ صلوٰۃ وسلام ہے، اور حکم خداوندی کے عین مطابق ہے۔

”قرآن مجید فرقان مجید“ میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

”اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٰ اَیُّہَا الَّذِیْنَ

اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔“ (سورۃ الاحزاب ۵۶)

”بے شک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے اس غیب بتانے

والے (نبی) پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم (بھی) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود اور خوب سلام بھیجو۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو دو حکم فرمائے

ہیں ”صلُّوْا“ تم صلوٰۃ پڑھو ”وَسَلِّمُوْا“ اور تم سلام پڑھو۔

”صلوٰۃ“ کا لفظ (مادہ) بھی استعمال ہوا اور سلام کا بھی۔

جیسے حضرت عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد گرامی سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اس حال میں کہ آپ کے چہرہ انور پر خوشی کے آثار تھے:

”فَقَالَ إِنَّهُ جَاءَ نَبِيَّ جِبْرِئِيلُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَمَّا تَرْضِيكَ يَا مُحَمَّدُ أَنْ لَا يُصَلِّيَ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِكَ إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا وَلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِكَ إِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا“۔

”تب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تھے آپ نے عرض کیا کہ اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ آپ کا کوئی امتی آپ پر جب بھی ایک بار صلوٰۃ پڑھے گا تو میں اس پر دس بار صلوٰۃ پڑھوں گا اور آپ کا کوئی بھی امتی جب بھی آپ پر ایک بار سلام پڑھے گا تو میں اس پر دس بار سلام پڑھوں گا۔“ (۱)

اس روایت میں ”أَنْ لَا يُصَلِّيَ..... وَلَا يُسَلِّمَ“ دوا لگ الگ صیغے ذکر کئے گئے ن کا مادہ استتقاق صلوٰۃ اور سلام ہے یعنی اس روایت میں ”صلوٰۃ اور سلام“ دونوں کا ذکر ہے، لیکن جس باب میں یہ حدیث بیان ہوئی ہے اس کا نام ”بَابُ الْفَضْلِ فِي الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ“ ہے یعنی صلوٰۃ اور سلام پر تنہا ”صلوٰۃ“ ہی کا اطلاق ہوا ہے، لہذا:

”الْصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ“

کو صلوٰۃ و سلام کہو تو یہ کامل ترین نام ہے صرف ”صلوٰۃ“ کہو تو بھی جائز ہے و درست ہے کہ کتب احادیث میں صلوٰۃ و سلام کے مجموعہ کو صرف صلوٰۃ کہا گیا ہے اور درود شریف کہو تو بھی درست ہے کہ یہ ”صلوٰۃ و سلام“ کا ”غیر عربی“ نام ہے یعنی فارسی اور اردو زبان میں صلوٰۃ و سلام کو درود شریف کہتے ہیں۔ فقط

۲: باقی رہا یہ کہ:

”الْصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ“

کے جواز کا کیا ثبوت ہے تو پہلی بات یہ ہے کہ مذکورہ بالا درود شریف (صلوٰۃ و سلام) حکم خداوندی کی تعمیل کے عین مطابق ہے کہ اس میں ”صلوٰۃ بھی ہے اور سلام“ بھی۔

یہ وہ درود شریف ہے جو درخت و پھر بھی آپ کی بارگاہ عالیہ میں پیش کرتے ہیں۔

چنانچہ حضرت علامہ شیخ احمد بن زینی الدحلان و حلان اپنی شہرہ آفاق تصنیف ”السیرۃ النبویہ“ میں روایت نقل فرماتے ہیں کہ:

”إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَرَادَ اللَّهُ كَرَامَتَهُ بِالنَّبُوءَةِ كَانَ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهِ أَبْعَدَ حَتَّى يَفْضِيَ إِلَى الشَّحَابِ وَبُطُونِ الْأَوْدِيَةِ فَلَا يَمُرُّ بِحَجَرٍ وَلَا شَجَرٍ إِلَّا قَالَ: ”الْصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ“۔

”اللہ تبارک و تعالیٰ نے جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت کے ساتھ عزت عطا فرمانے کا ارادہ فرمایا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب قضائے حاجت کیلئے باہر تشریف لے جاتے تو بہت دور گھاٹیوں اور وادیوں میں پہنچ جاتے تو جس پتھر اور درخت کے پاس سے گزرتے وہ آپ کی بارگاہ میں عرض کرتا:

”الْصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ“۔“ (۲)

اسی طرح کئی ایک کتب احادیث و سیر میں مذکورہ بالا ”صلوٰۃ و سلام“ منقول ہے لیکن طوالت سے بچنے کیلئے چند معتمد علماء کرام کے اقوال نقل کرتے ہیں:

۱: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فیصلہ: ”آپ ایک غیر متنازعہ شخصیت ہیں اہل سنت و جماعت کے علاوہ مقلدین و غیر مقلدین و ہابیہ بھی آپ کو پناہ پیشوا تسلیم کرتے اور آپ کے قول کو معتبر جانتے ہیں۔ آپ اپنی کتاب ”انتباہ فی سلال الاولیاء“ میں فرماتے ہیں:

۱: ”سنن نسائی“ کتاب الصلوٰۃ، باب الفضل فی الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، ۱/۱۹۱، قدیمی کتب خانہ کراچی
۲: ”السیرۃ النبویہ“ باب سلام الشجر و الحجر علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قبل البعۃ، ۱/۱۵۹

کو اس کا اجر ملے گا۔

پتہ چلا کہ:

”الصلوة والسلام عليك يا رسول الله“ وہ درود

شریف ہے جو قرآن کے عین مطابق احادیث مبارکہ سے ثابت علماء حق کا پسندیدہ اور اکابرین و ہابیہ کا تصدیق شدہ ہے۔ آج اگر کوئی فرد یا گروہ اس کا انکار کرتا ہے تو وہ صرف اور صرف جہالت، ہٹ دھرمی یا تعصب کی بنا پر ہے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ الاکرم صلی اللہ

تعالیٰ علیٰ حبیبہ محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔ کتبہ

نائب مفتی

مفتی محمد عبدالسلام ہاشمی

الجواب صحیح

رئیس دارالافتاء

امفتی محمد اشرف القادری

(”الجامعة الاشرفية“ محلہ علی مسجد مرکزی، گجرات)

”اور اذ فتحہ“ وہ وظائف کا مجموعہ ہے جو کہ حضرت سید علی امیر کبیر ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیت المقدس کی زیارت کو گئے تو وہاں ان کو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ”اور اذ فتحہ“ پڑھنے کا حکم دیا۔ اسی ”اور اذ فتحہ“ میں ”الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ۔ وغیرہ کے سترہ صیغے درج ہیں۔

پتہ چلا کہ یہ درود شریف خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول اور پسندیدہ ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ اس کے پڑھنے کا حکم فرما رہے ہیں۔ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بغیر تردید کے اس واقعہ کو نقل فرما رہے ہیں۔

دیوبندیوں کے شیخ الحدیث مولوی زکریا صاحب لکھتے ہیں: ”بندہ کے خیال میں اگر ہر جگہ درود و سلام دونوں کو جمع کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے یعنی ”الصلوة والسلام عليك يا رسول الله“، ”الصلوة والسلام عليك يا نبي الله“ اسی طرح اخیر تک ”السلام“ کے ساتھ ”الصلوة“ کا لفظ بھی بڑھا دیا جائے تو زیادہ اچھا ہے۔“ (۱)

غیر مقلدین و ہابیوں کے مایہ ناز عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالوی صاحب لکھتے ہیں:

”ان الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم باي صيغة كانت من صيغ الصلوة المأثور أو غيرها يستحق الأتي بها الأجر الموعود الوارد في الأحاديث الصحيحة“

”نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں درود شریف کسی بھی صیغے سے ہو خواہ وہ صیغے مروی ہو یا نہ ہوں پڑھنے والا یقیناً اس ثواب کا مستحق ہوگا جس کا وعدہ احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔“ (۲)

مذکورہ بالا درود شریف تو کتب احادیث میں وارد ہوا ہے اگر نہ بھی ہوتا تو نواب صدیق حسن بھوپالوی کی تصریح کے مطابق پھر بھی وہ یقیناً درود شریف ہے اور پڑھنے والا یقیناً اجر کا مستحق ہے۔

۱: فضائل درود شریف“ ص: ۲۸

۲: ”نزل الابرام من الادعية والاذکار بالصلوة“ الخ، ص: ۱۱۴، ۱۴۸

معجزات و کرامات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

سرکارِ ابدِ قرامدنی تاجدار، سیدِ ابرار، احمد مختار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دودھ کے ساتھ بڑی محبت تھی۔ خود بھی رغبت کے ساتھ دودھ کا استعمال فرماتے اور اصحاب کرام کی تواضع بھی اکثر دودھ سے فرماتے۔ حضور کو دودھ کے ساتھ رغبت یا عطیۃ الہی کہنے یا فطری تعلق، معراج کی شب بالائے آسمان حضور کے سامنے شراب اور دودھ کے دو پیالے پیش کئے گئے آپ نے شراب کی طرف التفات نہ کی اور دودھ کو پسند فرمایا جبریل امین نے حضور کو مبارک باد دی اور فرمایا:

”آپ نے فطرت کو قبول فرمایا۔“

نسلِ انسانی کا ہر نوزائیدہ بچہ دودھ سے ہی پلتا اور پروان چڑھتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے، قدرت نے دودھ کو فطرتِ انسانی کی اساس بنایا ہے۔

ایامِ رضاعت میں حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بی بی حلیمہ سعدیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے صرف ایک پستان کا دودھ استعمال فرمایا اور دوسرے پستان کو اپنے رضاعی بھائی، یعنی حضرت بی بی حلیمہ کے فرزند کیلئے چھوڑ دیا۔ جس سے ثابت ہے کہ عالمِ شیر خواری میں اپنے رضاعی بھائی کے دودھ سے تواضع فرمائی۔

حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے معجزات کثیرہ میں جس طرح پانی کی بہتات کے بے شمار معجزے ہیں۔ اسی طرح دودھ میں خیر و برکت کے بہت سے معجزات ہیں۔

”صحیح بخاری شریف“ کی حدیث ہے ”حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

اصحابِ صفہ میں بڑے مرتبے والے صحابی ہیں۔ آپ نہایت مرتاض و متوکل قانع و صابر ہیں، خود ارشاد فرماتے ہیں کہ:

”بھوک کے مارے کبھی ایسا ہوتا تھا کہ کلیجہ تمام کر گر پڑتا تھا۔ کبھی پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا۔ اپنے بھوکے رہنے کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز ایسا ہوا کہ میں بھوک کے مارے سرِ راہ، جہاں سے عام آمد و رفت تھی آکر بیٹھ گیا۔ دیکھا کہ حضرت سیدنا ابو بکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ آرہے ہیں۔ میں نے ”قرآن پاک“ کی ایک آیت تلاوت کی اور اس کی تفسیر اُن سے دریافت کی۔ اس گفتگو سے میرا مقصد یہ تھا، کہ حضرت صدیق اکبر دورانِ گفتگو میری مزاج پر سی کریں گے۔ میں بھوک کا تذکرہ کروں گا تو شاید مجھے کھانے کی دعوت دیں گے، مگر وہ تفسیرِ آیت کر کے چلے گئے۔ پھر اسی راہ سے حضرت سیدنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ گزرے میں نے ان سے آیت کا مطلب پوچھا اور اسی نیت سے بات چیت کی۔ مگر وہ بھی مفہومِ آیت بتا کر چلے گئے۔ ذرا دیر نہ گزری تھی کہ حضور رحمۃ اللعالمین سیدنا ابوالقاسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لائے۔ مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا اور میرے دل کی بات سمجھ گئے۔ میرے چہرے کو دیکھ کر تاڑ لیا۔ ارشاد فرمایا:

”ابو ہریرہ! ہمارے ساتھ آؤ۔ اور میں حضور کے پیچھے چل دیا۔ حضور گھر کے اندر تشریف لے گئے اور دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک پیالے میں دودھ رکھا ہوا ہے۔ ام المؤمنین نے دودھ کا ہدیہ پیش کرنے والے شخص کا نام بتایا۔ حضور باہر آئے اور مجھے حکم دیا:

”ابو ہریرہ جا کر اصحابِ صفہ کو بلا لاؤ۔“

اصحابِ صفہ حضور کے وہ صحابی تھے جن کا کوئی گھر در نہ تھا اور

جو بالکل بے سہارا مسجد نبوی کے ایک چبوترے پر توکل بخدا عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ یہ بزرگ اللہ اور اسکے حبیب، یا اسلام کے مہمان ہوتے تھے۔ حضور کریم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جو صدقات و خیرات کی اشیاء آتی تھیں وہ حضور تمام اصحاب صفہ میں تقسیم فرمادیتے اور جو ہدایا و تحائف آتے تھے ان میں حضور بھی اصحاب صفہ کے ساتھ شریک ہو جاتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں سوچتا ہوا کہ ایک پیالہ دودھ کی حقیقت اس قدر اصحاب کی موجودگی میں کیا ہوگی کاش یہ دودھ کا پیالہ حضور تنہا مجھ کو دے دیتے تو کچھ تو میری بھوک کا علاج ہو جاتا۔ خدا معلوم تقسیم میں مجھ تک دودھ پہنچے گا بھی یا نہیں۔ غرض تعمیل ارشاد نبوی میں تمام اصحاب صفہ کو جو اُس وقت موجود تھے، بلایا وہ سب حضور کے سامنے صف بہ صف زمین پر بیٹھ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے وہ پیالہ دودھ کا مجھے دیا اور فرمایا کہ ایک سرے سے سب کو دودھ پلانا شروع کرو۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ پیالہ میں نے اپنے ہاتھ میں لیا اور ہر صحابی کے سامنے پیش کرتا تھا۔ وہ پیالہ منہ سے لگا کر دودھ سیر ہو کر پیتا تھا اور جب سیر ہو چکنا تو کہتا بس اب دوسرے کو پلاؤ۔ یہاں تک کہ یکے بعد دیگرے تمام اصحاب صفہ کو میں نے دودھ پلایا اور سب نے خوب ڈٹ کر دودھ پیا۔ تمام لوگ جب سیراب ہو گئے تو میں نے بعد کو وہ پیالہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا۔ حضور نے اپنے کف دست پر پیالہ رکھ لیا اور میری طرف نگاہ کرم سے دیکھا اور مسکرائے فرمایا:

”ابو ہریرہ! سب لوگ دودھ سے سیراب ہو گئے، اب میں باقی رہ گیا اور یا تم! میں نے عرض کیا، بجا ارشاد ہوا۔ اسکے بعد حکم دیا کہ اچھا ابو ہریرہ، اب تم دودھ پیو۔“

میں تعمیل ارشاد میں بیٹھ گیا، اور دودھ پینا شروع کیا۔ جب طبیعت سیر ہو گئی تو میں نے پیالہ منہ سے ہٹایا۔ ارشاد ہوا: ”نہیں اور پیو۔“

میں نے تعمیل حکم کی دوبارہ جتنا پی سکتا تھا پیا، اور پیالہ منہ سے ہٹالیا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا اور حکم دیا کہ: ”اور پیو۔“

میں نے حکم حضور کی تعمیل کی۔ اب میں اس قدر سیر ہو چکا تھا کہ پیٹ میں بالکل گنجائش نہیں رہی تھی۔ میں نے پیالہ منہ سے ہٹایا اور فوراً ہی عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان قسم ہے اس ذات کی جس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حق کیساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ اب بالکل گنجائش نہیں رہی۔ میں نے خوب سیر ہو کر دودھ پی لیا۔ حضور نے رب تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور فرمایا:

”لاؤ پیالہ مجھے دو۔“

میں نے پیالہ دودھ کا حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بسم اللہ پڑھی اور پیالہ کو دہن مبارک سے لگا کر دودھ ختم کر دیا۔

اس معجزہ مبارک پر ذرا غور فرمائیے! پہلی بات تو یہ آئینہ نگاہ ہوتی ہے کہ حضور محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضور کے اصحاب کبار کی زندگیاں کس قدر سادہ اور متوکلانہ تھیں۔ اگر کچھ کھانے کو مل گیا خدا کا شکر ادا کیا اور کھالیا، اور نہ ملا تو صبر و شکر کے ساتھ اللہ کی رضا میں اللہ اللہ کر کے وقت گزار دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھوکے ہیں سر راہ آ بیٹھے کہ شاید کوئی آپ کو کھانا کھلا دے۔ حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما گزرتے ہیں علیک وعلیک ہوتی ہے، دونوں حضرات خود قیافہ شناس بھی تھے اور نور فرست بھی رکھتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منشا یقیناً سمجھ گئے ہوں گے، مگر وہ خود بھی زاہدانہ زندگی بسر فرماتے تھے، جانتے تھے کہ ہم اس وقت اپنے گھروں پر کھانا نہ پاسکیں گے۔ اسلئے خاموشی کے ساتھ چلے گئے۔ حضور سلطان الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان زندگی دیکھئے۔ کمال رحمت کا تقاضا

شریف کا پہلا روزہ ہے۔ ہمارے صاحبزادے مامور من اللہ ہیں۔ آپ نے پیدا ہوتے ہی رمضان المبارک کا احترام کیا۔ روزہ رکھ لیا۔ یقیناً وہ شام کو اپنی والدہ کے دودھ سے روزہ افطار کریں گے۔

سلسلہ کلام جاری تھا کہ ایک جماعت نوابی لوگوں کی دارالافتاء میں داخل ہوئی اور انہوں نے حضرت شیخ کے سامنے شرعی شہادت دی۔ ایک طرف جیلان کے گوشہ گوشہ میں رویت ہلال اور رمضان کی منادی ہوئی، دوسری طرف عام شہرت ہوئی کہ سادات کے گھرانے میں ایک ایسا مبارک بچہ پیدا ہوا ہے کہ اس نے پیدا ہوتے ہی روزہ رکھا ہے۔ تمام دن حضرت غوث پاک نے دودھ نہیں پیا۔ جب افطار کا وقت ہوا، آپ نے بے تکلف اپنی والدہ محترمہ کا دودھ پینا شروع کر دیا۔ پورا مہینہ اسی طرح دن بھر آپ روزہ رکھتے اور دودھ ترک کرتے اور افطار کے وقت دودھ سے ہی افطار فرماتے۔

تو یہ تھا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھانا کھلانے کی نیت سے ہمراہ لیا، مگر گھر پر کھانا موجود نہیں تھا صرف ایک چھوٹے سے پیالہ میں دودھ کا ہدیہ کہیں سے آیا ہوا موجود تھا۔ جب اطمینان ہو گیا کہ دودھ موجود ہے تو دریائے رحمت کو اور جوش آیا۔ قلب مبارک کو احساس ہوا کہ جس طرح ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھوکے ہیں اور تمام اصحاب صفہ بھی بھوکے ہوں گے سب کو بلا لیا اور سب کو اس مختصر سے دودھ سے سیراب کر دیا۔ اصحاب صفہ کی کتنی تعداد تھی یہ خیال محض وسوسہ ہے۔ اگر اس وقت ہزاروں ہزار بھوکے جمع ہو جاتے تو سب کے سب اسی سختی داتا کے ہاتھ سے شکم سیر ہوتے۔

یہ سرکاری پاکیزہ زندگی تھی کہ گھر پر اتنا بھی سامان کبھی موجود نہ ہوا کہ ایک مہمان کیلئے بھی کفالت کرتا۔

حقیقت یہ تھی کہ رب العالمین جس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت رزق فرماتا تھا اسی طرح حضور کے ہر مہمان کی بھی۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۹ شعبان المعظم کو دن گزار کر رات کے کسی حصہ میں تولد ہوئے۔ صبح کو رویت ہلال کے دارالافتاء میں (جو حضور غوث پاک کے نانا اور اس وقت کے مرجع خلائق بزرگ تھے) مسئلہ رویت ہلال کی تسکین کیلئے لوگوں کا اجتماع ہے۔ اسی دوران ایک خادمہ زنانی ڈیوڑھی سے حاضر ہوتی ہے اور نواسہ پیدا ہونے کی مبارکباد حضرت شیخ کو دیتی ہے اور ساتھی ہی عرض کرتی ہے کہ سرکار! مولود مسعود نے اپنی مادر محترمہ کا دودھ نوش نہیں کیا ہے! سیدنا عبداللہ صومی نے فوراً لوگوں سے کہا کہ اے مسلمانو! تم نے سنا کہ ہمارے یہاں شب کو صاحبزادے تولد ہوئے اور انہوں نے ماں کا دودھ نہیں پیا۔

دودھ فطرتِ انسانی کو روحانی مدارجِ اعلیٰ کو طے کراتا ہے۔ حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ بہت مرغوب تھا۔ فاطمی شیر کا اثر اور خاصہ یہ ہے کہ سادات کرام کی نسل کا کوئی بچہ ماں کے دودھ ترک کو نہیں کرتا۔ مگر ہمارے نواسہ نے دودھ نہیں پیا۔ اے لوگو! آپ یقین جانیں کہ رات چاند ہو گیا اور رمضان

کائنات کے گستاخ

ہو جائیں۔ وہ یسین جس نے پیدائشی طور پر انسانی زندگی کی گیارہ منازل یوں تسخیر کر لی کہ معصوم رہنا سازگار ہوا۔

وجہ نمود کائنات مگر منزل، تخت رسالت پر متمکن مگردوش پر کملی، شاہ شاہاں مگر سورۃ المدثر کا مدثر، جس کی انگلی اٹھے تو قمر شرق ہو جائے گا، نگاہ اٹھے تو آمادہ قتل عمر فاروق زبسی اللہ تعالیٰ غنہ بن جائے۔ ایسا مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس نے مرتضیٰ تربیت کئے۔ وہ مرسل رساکہ امتی آج بھی دورانِ صلوة اس سے صیغہ حاضر میں کلام کرتے ہیں۔ وہ انسانِ کامل کہ خود خالق جس کی تکمیل کا ثناء خواں ہو۔ تخلیقات الہی کی وہ ہستی واحد جس کی اطاعت کو اطاعت الہی سے مربوط کر دیا گیا۔ وہ جو عالم ہائے زمان و مکان ولا زمان ولا مکان کیلئے رحمت ہے کہ جو اس کی پیروی میں نہ رہا، اس نے خود کو درہم برہم کر لیا۔ وہ کائناتی رحمتوں سے محروم ہو گیا۔ اس نے رحمتوں کو رحمتوں میں تبدیل کر لیا۔ اس کی تعمیر اس کی ہلاکت کا باعث بن گئی۔ اس نے حیات سے منہ موڑ کر مُردنی خرید لی۔ جو اس کی تکریم سے محروم ہو گیا، تذلیل اس کا مقدر بن گئی۔

جس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ ان سے محبت ہے۔ اسی طرح ان کی شان میں گستاخی اللہ کی شان میں گستاخی ہے۔ جو کوئی ان کی رسالت سے منکر ہو۔ اس کے خلاف جہاد بالسیف فرض ہے۔ تو پھر یہ بھی کوئی پوچھنے والی یا کوئی تحقیق طلب بات ہے کہ اُن کے گستاخ کی سزا کیا ہے؟

لیکن ہم اس زمانے سے تعلیم حاصل کئے ہوئے ہیں جہاں گستاخانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سزا دینے والے القمہ دار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط
جس شخصیت کی وہ حمد کرے جس کے سوا کسی کو حمد زیانہ ہو۔

جو انسانی تاریخ میں ”محمد“ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نام پانے والا پہلا ایسا بشر ہو، جس پر وہ وحی نازل ہوئی ہو کہ اگر کسی پہاڑ پر نازل ہوتی تو روئی کی گالوں کی طرح اڑ گیا ہوتا۔ نور اور سوز کو سمو لینے والا وہ جسم کہ مثل روشنی کے اس کا بھی سایہ نہ ہو۔ جس نے خلاؤں تک کو یوں تسخیر کر دکھایا ہو کہ فرش سے عرش اور عرش تک کے صدیوں کے فاصلے طے کر آئے اور ابھی بستر گرم اور کنڈی ہل رہی ہو۔ جس نے خالق و مخلوق کے درمیان فاصلوں کو یوں تسخیر کرنا سکھایا ہو کہ بندے اپنے اللہ سے صیغہ حاضر متکلم میں مخاطب ہوں۔

جس نے ”نہبطوا“ کے عمل کی فرقوں کے کرب میں مبتلا انسانیت کو:

”قاب قوسین او ادنیٰ۔“

اور

”نحن اقرب الیہ من جبل الورد۔“

کے لطف سے آشنا کیا۔ جس نے تاریخ کائنات میں پہلی مرتبہ ”قانون رجعت“ بیان کر کے کائنات کے مخفی ”قانون عود“ کو اس طرح واضح کیا ہو کہ حیاتِ دنیوی و اخروی میں ایک مسلسل و مستقل ربط آشکار ہو گیا ہو۔ جس پر یہ راز کائنات واضح کیا گیا ہو کہ شہادتِ سلامتی کا دوسرا نام ہے کہ جس انسانِ فانی کو اس کی دنیوی زندگی میں اللہ کی دید میسر آ جائے، وہ اللہ کی راہ میں قتل بھی کر دیا جائے تو بھی نہیں مرتا اور یوں زندہ رہتا ہے جیسے روزِ حشر دیدارِ الہی کے بعد سب انسان غیر فانی

بنادئیے گئے اور ہم فقط آنسو بہا کر ہاتھ مل کر یا چند دل ملول ہو کر رہ گئے یا منہ پر شعر گوئی پر گزرا کرتے رہے۔

علم و عمل کے میدان میں جس نے جو دیا ہو لا ریب دیا ہو۔ اُس کی شان میں گستاخی کائنات سے دشمنی کے مترادف ہے۔ آج تک کائنات تو کیا، کائنات کے کسی معمولی سے معمولی قانون قدرت کو بھی کوئی ٹھکست نہیں دے سکا۔ اُن کی شان میں گستاخی کائنات کو انتقام کی دعوت دینا ہے۔ کائنات میں اس کی سزا موت یا پھانسی یا قتل پر ہی ختم نہیں ہو جائے گی۔ جب تک کائنات موجود ہے، کائنات انتقام لے گی اور کائنات معدوم ہونے لگے گی تو مارائے کائنات کے سپرد کر دی جائے گی کہ لو، ان کو سنبھالو کہ یہ گستاخانِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اس رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گستاخ جو زمان و مکان و لازمان کیلئے رحمت، سراپا بن کر مُرسل ہوئے۔

انسان کی محبت میں کمی رہ جائے تو وہ اپنے فراق کو محبوب کے بت بنا کر تسکین دے لیتا ہے۔ محبت اگر کامل ہو تو انسان محبوب کے بت تصویر کا محتاج نہیں ہوتا۔ جودل میں بس رہا ہو اُسے آنکھوں کے رُو برولانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ آنکھوں کے ذریعے دل میں اُتر جانا ایک عمل ضرور ہے اور اہم بھی ہے مگر دل کے ذریعے نگاہوں میں بس جانا لاثانی عمل ہے اور محبت کی وہ منزل ہے جہاں محبوب کا گستاخ تو کیا، اس کا رقیب بھی گوارا نہیں ہوتا۔ نندیدوں کو کیا خبر کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تصویر کیوں نہ بنی۔ کیوں نہیں بنائی جاسکتی!

اللہ نے حُب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے بت پرستی کو کیونکر فعل ناگوار قرار دیا۔

قرآن پاک میں کسی بھی پیغمبر علیہ السلام کی توہین سے اس لئے منع فرمایا گیا کہ سبھی پیغمبر رسول آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے معتقد ہیں۔ جس کے سارے پیشرو اس کے پیروکار ہو جائیں اس کے مقام کی توحید سے کون انکار کر سکتا ہے، تاوقتیکہ طبیعت از خود کفر وارد کرنے پر مائل نہ ہو گئی ہو۔

انسان تو اپنی ماں کی توہین پر قتل کر دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ حُب رسول ماں کی محبت سے کہیں زیادہ اہم، بلند مرتبہ اور معتبر ہے۔

گستاخی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر مجاہد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو قتلِ عمد سے باز نہیں رکھا جاسکتا۔ چاہے اس کا انجام کچھ بھی ہو۔ اور تاریخ ایسی تماثل سے بھری پڑی ہے۔ گستاخانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کائنات نے کیا برتاؤ کیا۔

اس مضمون میں اعادہ کئے بغیر اس اہم امر کی طرف ہر مسلمان کی توجہ مبذول کروا سکوں تو خوش بخت ہو جاؤں کہ معاشرہ غیر اسلامی تعلیم و تربیت کی وجہ سے احکامِ رسول اللہ سے غیر آگاہ ہو چکا ہے۔ اور زمانہ اس کوشش میں ہے کہ امت کے جسد سے روح محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نکال لی جائے۔ اس کا ایک طریق شرع پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا آشکار نہ ہونے دینا اور مختلف مسالک کے ذریعے اسے متنازع بنائے رکھنا بھی ہے۔

نوبت یہاں جا رسید کہ لوگوں کو یہ امتیاز بھی میسر نہیں رہا کہ اللہ اس کو کہتے ہیں جس کے سوا کوئی قانون ساز، کوئی اللہ نہ ہو، قانون ساز واحد نہ ہو تو خدا ہو سکتا ہے۔ گاڑ ہو سکتا ہے۔ ایثار ہو سکتا ہے۔ دیوتا ہو سکتا ہے۔ اللہ نہیں کہلا سکتا۔ لفظ اللہ کا کسی دنیوی زبان میں کوئی متبادل نہیں۔ جو اللہ احد یعنی قانون ساز واحد کا رسول اللہ ہو۔ اس کا رسول جس کے سوا کسی اور کے احکام کی پابندی یعنی عبادتِ زیبا نہیں بلکہ کفر کے مترادف ہے۔ اس کی شان میں گستاخی پر جہاد ہر مسلمان پر فرض ہے۔

جس کی تحقیر برداشت ہو سکے، وہ محترم نہیں ہوتا۔ جو محترم نہ ہو وہ راہنما نہیں ہوتا۔ جس کے قول پر قیل و قال ہونے لگے، اس کی اطاعت کے جذبہ کو مجروح ہونا لازم ہوتا ہے۔ عام حاکم اپنے مفاد کے تحفظ کیلئے احکام جاری کرتے ہیں لیکن اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے احکام میں قطعی صمدیت ہوتی ہے۔ کہ وہ جو بھی حکم فرماتے ہیں، قطعی طور پر بے غرض، بے لوث اور انسانوں ہی کے مفاد میں ہوتا ہے۔ جس کی رسالت میں الہیت کا احترام اور جس کی الہیت میں بندوں ہی کا مفاد مقصود ہو، اُس کی شان میں اتنی سی بھی گستاخی کہ کوئی اپنی آواز کو اُن کی آواز سے بلند کرے۔ نظام کائنات کو گورا نہیں۔ اگر

تو ہیں رسالت اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
امام عبدالرزاق ابن تمیمی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت
علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

”جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف
جھوٹ منسوب کرے۔ اُسے قتل کر دیا جائے۔

(”المصنف عبدالرزاق“ جلد: ۵، صفحہ: ۳۰۸، ۳۰۷)

اس روایت سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف
بالکل واضح ہے کہ گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سزا
صرف اور صرف قتل ہی ہے۔

قاضی عیاض مالکی

امام مالک کا مذہب بیان کرتے ہیں کہ:

”ابو مصعب اور ابن ابی اویس سے منقول ہے کہ ہم نے
امام مالک کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
وسلم کو سب و شتم کرے یا کوئی آپ کی طرف عیب منسوب کرے یا کسی
بھی طرح آپ کی تنقیص کرے وہ مسلمان ہو یا کافر اسے قتل کیا جائے گا۔

(”الشفاء“ ج: ۲، صفحہ: ۲۱۷)

کوئی ایسا کرے تو کائنات اُسی لمحہ برا ہیجنتہ ہو جاتی ہے۔ ایسے شخص کو سزا
دینے والا وہ کچھ کر سکتا ہے جو کائنات اس گستاخ کیلئے کر رہی ہوتی
ہے۔

چنانچہ اُس لمحے کائنات اور انسان کا عمل ہم آہنگ ہوتا
ہے۔ کائنات سے ہم آہنگی ہی انسانی زندگی کا سب سے بڑا انعام اور
کارنامہ ہے۔ ایسا ہر اقدام انسانوں کا اکملیت کی طرف بڑھتا ہوا قدم
ہوتا ہے۔

معاشرے میں اگر آج ماؤں، بہنوں، بیٹیوں، والدین،
اساتذہ یا بزرگوں کا احترام نہ رہے تو کیا معاشرہ شفقتوں سے عاری نہ
ہو جائے گا؟

بربریت اس کا ورثہ بن جائے گی؟

جس معاشرے میں پیغمبروں کا احترام نہ رہے وہ معاشرہ
دردنوں کے معاشرے سے بھی بدتر ہو جائے گا۔ اور معاشرے میں وجہ
نمود کائنات اور پیغمبروں کے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا احترام
نہ رہے گا۔ کائنات اس معاشرے پر ٹوٹ پڑے گی۔ چاہے اس معاشرہ
میں کتنے ہی ناظم و حاکم اور کتنے ہی مفکر و مفسر اپنی برتری کے دعویدار
کیوں نہ ہوں۔ اُس معاشرے کی دنیا ہی نہیں آخرت بھی لٹ جائے
گی۔ ایسا معاشرہ فقط اُس دوزخ کی تعمیر کر رہا ہوگا جس کی آگ نہ کبھی
بچھے گی، نہ اسکی تپش کم ہوگی۔ جو معاشرہ راضی برضائے الہی ہو جائے۔
اُسکی معتبری لافانی ہوتی ہے اور معاشرہ راضی برضائے رسول صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہو جائے اس کی بقا کے خود اللہ تعالیٰ ضامن
ہوتا ہے۔ یعنی

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

خوش مقدر ہیں وہ لوگ جو زمانہ حال کے گستاخ رسول
کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھنے ہیں اور اس کو کی پست پناہی کرنے والی
طاقتوں کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔

اہل اقتدار کے نام کھلا خط

الحاصل یہ پریشانیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور عذاب ہم پر مسلط کی گئی ہیں۔

نیز ”قرآن مجید“ میں ہے:

”وَصَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ.“ (سورۃ نحل)

”اللہ تعالیٰ نے ایک شہر ایک بستی کی مثال بیان فرمائی ہے جس بستی والے امن و اطمینان کی زندگی گزار رہے تھے ان کا رزق ان کو ہر طرف سے با فراغت پہنچتا تھا پھر اس بستی والوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری شروع کر دی تو اللہ تعالیٰ نے اس بستی والوں کو بھوک اور خوف کا مزہ چکھایا ان کی کرتوتوں اور بد اعمالیوں کی وجہ سے۔“

میرے پاکستانی بھائیو! اٹھو جاگو کہیں یہ ناشکری اور رنگ نہ دکھادے جیسے کہ اہل بغداد کا واقعہ آ رہا ہے۔

پاکستانی بھائیوں عوام اور حکمرانوں سے سوال ہے کہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں پاکستان میں خوشحالی عطا کی تھی ان نعمتوں کا ہم نے شکر ادا کیا ہے یا ناشکری کر رہے ہیں۔ روزنامہ ایکسپریس ۲۳ مئی ۲۰۰۷ء کی اشاعت میں ہے کہ ایک سال کے دوران صرف فیصل آباد میں ۳۳۶۹ شراب کے پر مٹ جاری ہوئے۔ بتائیے! کہ یہ شکر گزاری ہے یا ناشکری ہے۔

بعض حضرات کا گمان ہے کہ ہم پر عذاب نہیں آ سکتا کیونکہ ہم مسلمان ہیں لیکن میری اپیل ہے کہ ہم ذرا گریبان میں منہ ڈال کر سوچیں کہ کیا کوئی والے مسلمان نہیں تھے، کیا آزاد و پتن والے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط
”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اَمَّا بَعْدُ!

آج ہر طرف پریشانیوں نے ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں بجلی کا بحران گیس کا بحران اشیاء خورد و نوش کی قلت آٹا، دالیں، سبزیاں و دیگر اشیاء خورد و نوش اتنی مہنگی ہو چکی ہیں کہ غریب لوگ خود کشیاں کر رہے ہیں بھوکے مر رہے ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟

اسکی وجہ ہماری بد اعمالیاں ہیں۔ عیاشیاں، فحاشیاں حد سے بڑھ گئی ہیں۔ شرابیں پینا، رشوتیں لینا، رشوتیں دینا، لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے ہڑپ کرنا، عورتوں کی بے پردگی اور بے غیرتی و دیگر بد اعمالیاں حد سے بڑھ گئی ہیں۔

ان ہماری بد اعمالیوں کی وجہ سے رب تعالیٰ ہم سے ناراض ہو گیا ہے اور پریشانیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب ہے جو ہم پر مسلط ہو چکا ہے۔

حدیث پاک میں ہے:

”اِنَّ اللّٰهَ اِذَا غَضِبَ عَلٰی اُمَّةٍ لَّمْ يُنْزِلْ بِهَا عَذَابًا خَسِيفًا وَّلَا مَسْخًا عَلَتْ اَسْعَاظُهَا وَيَخْبِسُ عَنْهَا اَمْطَارَهَا وَيَلِيْ غَلِيْظَهَا اَشْرَارَهَا.“ (جامع صغیر للسيوطی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ)

”یعنی اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر ناراض ہوتا ہے تو یوں نہیں کہ اس قوم کو زمین میں دھندلے یا ان کی صورتیں بگاڑ دے بلکہ اس قوم پر مہنگائی مسلط کر دیتا ہے نیز ان سے بارشوں کو روک لیتا ہے اور ان پر شریر لوگوں کو حکمران بنادیتا ہے۔“

مسلمان نہیں تھے، کیا شمالی علاقہ جات والے مسلمان نہیں تھے؟

پھر ذرا پیچھے کو دیکھیں کہ بغداد والوں نے جب اللہ رسول کے احکامات کی حکم عدولی کی تو ان کا کیا حشر ہوا۔

چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ جب اہل بغداد دو متمند ہو گئے اور انہوں نے بے اعتدالیوں والا راستہ اپنا لیا ان کی فلک بوس عمارتیں بن گئیں، شراب نوشی عام ہو گئی اور وہ نگاہیں جن کے متعلق ”قرآن مجید“ واضح ارشاد مبارک ہے:

”قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّونَ أَبْصَارَهُمْ“

وہی نگاہیں اب کینروں اور لونڈیوں کے نازنین جسموں میں پیوست ہونے لگیں فحاشی، بدمعاشی عام ہونے لگتی تو لوگوں نے دیکھا کہ بغداد کے بازاروں میں ایک مجذوب چختا پھر رہا تھا اور آواز بلند کہہ رہا تھا اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے باز آ جاؤ چنگ ورباب توڑ دو، شراب کی بوتلیں نالیوں میں بہا دو اور اگر بائیں آؤ گے تو کان کھول کر سن لو قدرت کا عذاب آنے والا ہے عذاب کے دن گئے جا چکے ہیں ابھی کچھ وقت باقی ہے ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے نافرمانیوں کو چھوڑ دو ورنہ بڑا خون بہنے والا ہے اور بڑی رسوائی ہوگی۔

شروع شروع میں اہل بغداد اس مجذوب کو پاگل سمجھ کر اسے ایک تماشہ جان کر لطف اندوز ہوتے رہے لیکن وہ مجذوب تو بڑے خوفناک راز فاش کر رہا تھا آخر کار ان عشرت کدوں اور محلات میں رہنے والوں کو اس مجذوب کے نعرے گراں گذرنے لگے اور اس مجذوب کو کہا گیا کہ وہ نعرے بند کر دے کیونکہ اہل ثروت مالدار لوگوں کے سکون میں خلل پڑ رہا ہے۔ اے مجذوب تو کس عذاب کی باتیں کر رہا ہے ہم پر عذاب نہیں آ سکتا، کیونکہ ہم مسلمان ہیں اور مجذوب جواب میں کہتا ہے نام کے مسلمانو! تمہارا کردار تو فاسقوں اور کافروں جیسا ہے پھر اہل بغداد تشدد پر اتر آئے اور اس مجذوب پر پتھر برسائے شروع کر دیئے اور وہ مجذوب دیکھتے ہی دیکھتے خون میں لت پت ہو گیا اور وہ بولا اے لوگو! کیا تم میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو کہ ان سنگ دلوں کو منع کرے؟ مگر اہل بغداد اس مجذوب کی فریاد پر قہقہے لگاتے پھر وہ مجذوب زمین پر گر گیا اور جہنم منتشر ہو گیا پھر کسی نے اس کو بھی نہ دیکھا۔

زاں بعد اہل بغداد نے چند روز ہی عیاشی اور فحاشی میں گزارے کہ ہلا کو خان شمشیر بکف ہو کر بغداد میں وارد ہو گیا اور اسکی فوجوں نے اہل بغداد کو تہ تیغ کر دیا اور ان فلک بوس عمارتوں سے گھر گھر خون کی ندیاں بہہ پڑیں اور بغداد ایک عبرت کا نشان بن گیا۔

(کتاب ”اللہ کے سفیر“)

احباب کے تاثرات

نیز احباب کے تاثرات ہیں کہ چند سالوں سے پاکستان میں بے حیائی، بے غیرتی، بے پردگی، بدمعاشی کا سیلاب ہی آ گیا ہے کوئی چوک، کوئی گلی، کوئی بازار خالی نہیں جہاں عورتوں کی فحش تصویریں آویزاں نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ”قرآن مجید“ میں واضح ارشاد مبارک موجود ہے:

”إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ط“ (”سورۃ نور“)

”یعنی جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلے ان کے لئے دنیا میں بھی دردناک عذاب ہے اور آخرت میں بھی دردناک عذاب ہے۔“

آخرت میں جو عذاب آئیگا وہ سب دیکھ لینگے جب آخرت میں پہنچیں گے۔ لیکن دنیا میں جو دردناک عذاب مسلط ہو چکا ہے وہ سب دیکھ رہے ہیں لوگ غربت کی وجہ سے خود کشیاں کر رہے ہیں۔ (إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ) اور یہ ہماری بد اعمالیوں کی ہی سزا ہے۔

علامہ اقبال مرحوم نے بالکل ٹھیک فرمایا ہے:

اے قوم تیرا حال میں کیا دیکھ رہا ہوں
جو کل تھا آج اس سے برا دیکھ رہا ہوں
ملت کے جوان نغموں کی سرتال میں گم ہیں
محبوب کی رفتارِ خدوخال میں گم ہیں
فیشن کے زن و مرد پرستار ہیں دونوں
شیطان کے بچے میں گرفتار ہیں دونوں
اپوا کی نمائش ہے تو ہیں کہیں میلے
لے ڈوبیں گے اک روز تمہیں یہ جھیلے

یہ وہی جھیلے ہیں جنہوں نے اکتوبر ۲۰۰۵ء میں ایک جھلکے میں شمالی علاقہ جات میں تباہی مچادی تھی اور پھر کسی خیر خواہ نے بیان دیا تھا کہ کچھ دنوں بعد لوگ اس سانحہ کو بھلا دیں گے وہی کچھ ہوا ہم سب کچھ بھول چکے ہیں۔

اے میرے مسلمان بھائی! اگر ہم بیدار نہ ہوئے ہم نے نافرمانیاں نہ چھوڑیں تو ہمیں قبر میں فرشتے اچھی طرح سمجھا دیں گے جب فرمایا جائے گا:

”فَكشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ.“

(قرآن مجید)

”اے بندے اب ہم نے تجھ سے پردے اٹھا دیئے ہیں اب تیری نظر بہت تیز ہو گئی ہے۔“

پھر سمجھ آ جائیگی کہ میں کس لئے پیدا کیا گیا تھا اور کیا کرنا چاہئے تھا اور کیا کچھ کر کے آیا ہوں۔ رب تعالیٰ ”قرآن مجید“ میں تو علی الاعلان فرما رہا ہے:

”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ.“

”ہم نے جن انسانوں کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔“

لیکن ہم نے نظریہ بنالیا ہے کہ ہم تو عیاشیاں بد معاشیاں شراب نوشیاں کرنے آئے ہیں پھر بندہ جب قبر میں جائے گا وہاں رورو کر کہے گا:

”قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ.“

”اے میرے مولیٰ میں بھول گیا میں غلطیاں کر بیٹھا گناہ کر آیا ہوں مجھے ایک بار دنیا میں بھیج اب میں کوئی گناہ کوئی نافرمانی نہیں کروں گا۔“

تو فرمان جاری ہوگا:

”كَلَّا.“

”اے بندے یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ تجھے دوبارہ دنیا میں بھیجیں۔“

”وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ.“

”اے بندے قیامت تک یہ عالم برزخ ہے اس میں تو اپنے کرتوتوں کے مزے چکھ۔“

اپیل:

میری پاکستان کے حکمرانوں اور رعایا کی خدمت میں اپیل ہے کہ آؤ ہم جاگیں ہوش کریں سچی توبہ کریں برائیاں چھوڑ دیں نمازیں پڑھیں استغفار کریں درود شریف کثرت سے پڑھیں تو آج ہی وہ رحیم و کریم اللہ جل جلالہ ہماری پریشانیاں دور کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم پر جب بھی قحط سالی آتی یا کوئی پریشانی اور مصیبت آتی تو قوم سے فرماتے:

”فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ط إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا. لَا يُؤْمِدُكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْكُمْ أَنْهَارًا.“ (سورہ نوح)

”اے میری قوم اپنے رب تعالیٰ سے توبہ استغفار کرو گناہوں کی معافیاں مانگو وہ اللہ تعالیٰ بڑا ہی بخشنے والا ہے وہ تم پر تمہاری توبہ و استغفار کی وجہ سے بارش برسائے گا اور تمہاری مدد مال و اولاد سے کرے گا اور تمہارے لئے نہریں جاری کر دے گا۔“

اور یہ صرف نوح علیہ السلام کی امت کیلئے ہی نہیں بلکہ یہ عام عنایت ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ”قرآن مجید“ میں فرمایا:

”وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِن كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ.“ (سورہ اعراف)

”یعنی اگر شہروں اور بستیوں والے اپنے ایمان درست کر لیں اور تقویٰ پر ہیروگاری اختیار کریں تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیں۔ لیکن ان شہروں اور بستیوں والوں نے جھٹلا دیا تو پھر ہم نے ان کو ان کی بے اعتدالیوں اور کرتوتوں کی وجہ سے پکڑ لیا۔“

اے میرے عزیز اے مسلمان بھائی ہم ذرا سادھیان کریں اور سوچیں تو ہمیں بخوبی سمجھ آ جائیگی کہ یہ ہماری پریشانیاں کیوں ہیں لیکن اگر گانے سن کر ہمارے دلوں پر زنگار چڑھ چکے ہیں تو کوئی ہزار

بارہمیں جھنجھوڑے بیدار کرے ہمیں ہوش اور سمجھ نہیں آئیگی۔

حد ہوگئی ہم پر ہر چیز کا بحران آچکا ہے بجلی، گیس، آنا، دالیں، سبزیاں اور دیگر خورد و نوش کی چیزیں نایاب اور مہنگی سے مہنگی ہوتی چلی جا رہی ہیں لیکن ہم ہیں کہ جاگنے کا نام ہی نہیں لیتے بلکہ ہم چاہتے ہیں ہمارا پرنا لہ رہے ہم عیاشیاں فحاشیاں بدمعاشیاں بدستور جاری رکھیں اور اللہ ہماری پریشانیاں ختم کر دے۔ گویا ہم رب تعالیٰ کے ”قرآن پاک“ کو بھی جھٹلانا چاہتے ہیں۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ.

میں عاجز مسکین نے چند نصیحت کی باتیں لکھ تو دیں مگر عمل کون کرے گا جب کہ سارا معاشرہ ہی فلم بنی اور گانے سننے کا رسیا ہو چکا ہے اور بے راہ روی فیشن پرستی اور ناشکری میں مگن ہے اور گانا سننا یہ نفاق کو یوں بڑھاتا ہے جیسے پانی کھیتی کو بڑھاتا ہے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

”الْغِنَا يُنْبِثُ النِّفَاقَ كَمَا يُنْبِثُ الْمَاءُ الزُّرْعَ.“

(اوکما قال)

”یعنی گانا منافقت کو یوں بڑھاتا ہے جیسے کھیتی کو پانی بڑھاتا ہے۔“

اور جب نفاق بڑھ جائے تو قبر و آخرت اوجھل ہو جاتے ہیں نہ قبر کی سختی برائیوں سے روک سکتی ہے نہ حشر و نشر کا ڈر ہمیں بیدار کر سکتا ہے۔

اے میرے عزیز! غور کر کہ آج سے تقریباً پچاس سال پہلے جن گھروں سے قرآن پاک کی تلاوت، کلمہ طیبہ، درود شریف کی آوازیں بلند ہوتی تھیں اب انہیں گھروں سے گندے گانوں کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں کیا یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف نہیں؟

ہم کب جاگیں گے جب پانی سر سے گزر جائیگا؟ (لا حول ولا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ)

ایک بار پھر اپیل کرتا ہوں میرے عزیز میرے حکمران موت کا فرشتہ کبھی بتا کر نہیں آیا نہ مجھے اور آپ کو بتا کر آئیگا بلکہ جو وقت

موت کا لکھا ہوا ہے وہ ایک منٹ سیکنڈ ادھر ادھر نہیں کر سکتا ہے کیا معلوم کہ موت کا فرشتہ شام سے پہلے ہی آجائے پھر کیا بنے گا آؤ ابھی توبہ کریں۔

نیز ہم تاریخ کے اوراق الٹ کر دیکھ لیں نوح علیہ السلام کی قوم کو دیکھیں ہود علیہ السلام کی قوم عاد کو دیکھیں صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کو دیکھیں موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کو دیکھیں سب کی سب قومیں ان ہی نافرمانیوں کی وجہ سے ہلاک و تباہ ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ نے ”قرآن مجید“ میں فرمایا:

”فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنْبِهِ.“

یعنی جتنی قومیں تباہ و ہلاک ہوئیں ان سب کو ہم نے اس کے گناہوں، ان کی بد اعمالیوں، انکی کرتوتوں کی وجہ سے پکڑا اور ہلاک کر دیا۔

کیا ہم ان قوموں کے حالات پڑھ کر بیدار نہیں ہو گئے؟ نہیں بیدار ہو گئے کیونکہ ہمارے لیڈران کرام شیطان کے ورغلا نے سے کہہ رہے ہیں کہ یہ قدرتی آفات ہیں آتی جاتی رہتی ہیں۔ میرے عزیز یہ سراسر غلط ہے بلکہ یہ تو ”قرآن پاک“ کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔

نصیحت:

دیکھیں اور موازنہ کریں کہ ان قوموں کی روش اور ہماری روش میں کچھ فرق رہ گیا ہے؟ شرابیں پینا، ناچ گانے دیکھنا، سننا، بے راہ روی، بے حیائی، بے پردگی، کیا کوئی کسر ہم نے چھوڑی ہے؟

”تفسیر روح البیان“ اور ”تفسیر مظہری“ میں ہے کہ قوم عاد نے اللہ تعالیٰ کے نبی ہود علیہ السلام کی نافرمانیوں پر کمر باندھ لی اور اللہ تعالیٰ کے نبی ہود علیہ السلام اس قوم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے تو وہ قوم بطور تمسخر کہتی اے ہود کہاں ہے تیرے رب کا عذاب جس سے تو ہمیں ڈراتا رہتا ہے کہ باز نہ آؤ گے تو عذاب آجائے گا وہ عذاب کیوں نہیں آتا۔ آخر کار ان پر قحط سالی ان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے نازل ہوئی بارشیں رک گئیں تو قوم عاد نے ۷۰ آدمیوں کو خانہ کعبہ کی طرف بھیجا کہ وہاں جا کر رب تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں بارش عطا

کرے، اس وقت خانہ کعبہ کا حاکم معاویہ بن بکر تھا جو کہ قوم عمالقمہ میں سے تھا اور اس کی شادی اسی قوم میں ہو چکی تھی اسی وجہ سے وہ قوم عاد کا وفد اسی حکمران کے ہاں بطور مہمان بٹھرا، اس معاویہ بن بکر نے سسرالی قوم عاد کا وفد سمجھ کر ان کی خاطر تواضع کی۔ اور وہ قوم عاد کا وفد اس کے ہاں مہینہ بھر ٹھہرا رہا اور وہاں شرابیں پینا اور لونڈیوں کے گانے سننا اسی میں مشغول رہے۔ پھر اس حکمران معاویہ کو ان کی اس غلط روش سے سخت کوفت ہوئی کہ میری سسرالی قوم بھوکی مر رہی ہے لیکن یہ لوگ یہاں آ کر نفسانی خواہشات میں مبتلا ہو کر سب ہی بھول گئے ہیں۔

ایک دن اس حاکم معاویہ نے اپنی دولونڈیوں جن کے نام جرہ اور وردہ تھے ان کے سامنے اس بات کا افسوس کے ساتھ تذکرہ کیا تو ان دونوں نے کہا ہم گانا گاتے ہوئے ان کو متنبہ کریں گی۔ چنانچہ انہوں نے گانے کے دوران ایسے اشعار گائے جن کا مفہوم یہ تھا: ”اے قیل تم کتنے برے لوگ ہو کہ تمہاری قوم کیا بچے، کیا بوڑھے کیا نوجوان، قحط سالی کی وجہ سے بھوکے مر رہے ہیں اور تم یہاں آ کر عیاشیوں، شراب نوشیوں میں مگن ہو کر سب کچھ بھول چکے ہو۔“ ایسے اشعار سن کر وہ چونکے اور آپس میں کہنے لگے کہ چلو خانہ کعبہ میں چل کر دعا کریں یہ سن کر دوسرے براہ جس کا نام مرہد تھا اور وہ دل سے اللہ تعالیٰ کے نبی ہود علیہ السلام پر ایمان لایا چکا تھا اس نے کہا اب دعاؤں سے کچھ نہیں بنے گا۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہود علیہ السلام پر ایمان لے آؤ اور گندے کاموں شراب نوشیوں، عیاشیوں، بد معاشیوں سے فحاشیوں سے توبہ کر لو یہ سن کر قیل بولا اور حکمران معاویہ بن بکر سے کہنے لگا کہ اس مرہد کو ہمارے ساتھ نہ جانے دے اس پر اس نے مرہد کو روک لیا اور باقی افراد قیل کی سربراہی میں خانہ کعبہ پہنچ کر دُعا میں مشغول ہو گئے۔ اور پھر اسی دعا کے دوران تین بادل نمودار ہوئے، سیاہ، سرخ، اور سفید۔

اور ہاتف سے ندا آئی اے قیل تو ان تینوں بادلوں میں سکیں کو پسند کرتا ہے۔ قیل نے کہا مجھے سیاہ بادل چاہئے کیوں کہ سیاہ بادل (کالی گھٹا) میں بارش زیادہ ہوتی ہے، اس پر غیب سے ندا آئی اے قیل

تو نے اپنی قوم کی ہلاکت مانگ لی ہے۔ اب تیری قوم کا ایک فرد بھی نہیں بچ سکتا۔

اور اس بادل نے اسی وقت قوم عاد کی آبادی کی طرف رخ کیا اور چل پڑا پھر جب قوم عاد نے کالی گھٹا کو آتے دیکھا تو وہ اچھلنے کودنے لگ گئے اور ان کی زبانوں پر تھا:

”هَذَا عَارِضٌ مُّمْطَرٌ نَّا.“ (قرآن مجید)

یہ بادل آیا ہے ہم پر بارش برسائے گا۔ غیب سے آواز آئی یہ کالی گھٹا اس میں بارش نہیں بلکہ یہ وہ عذاب ہے جس کا تم (نبی ہود علیہ السلام سے تذکرہ کیا کرتے تھے) اے ہود تیرے رب کا عذاب آتا کیوں نہیں) یہ آندھی ہے اس میں دردناک عذاب ہے۔ اور پھر اس طوفان نے آندھی نے وہ تباہی مچائی کہ ان کا ایک فرد بھی نہ بچ سکا۔ نہ بچ نہ بوڑھا نہ کوئی جوان۔

اللہ تعالیٰ نے ”قرآن مجید“ میں فرمایا: ”يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اٰتُوْا بَايٰتَ رَبِّهِمْ وَعَصُوْا رُسُلَهُۥ“ ”یہ تھی قوم عاد جنہوں نے اپنے رب تعالیٰ کی آیات مبارکہ کو جھٹلایا تھا اور اللہ کے رسولوں کی نافرمانی کی تھی۔“

”اَلَا بُعْدَ لِعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ.“ ”اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری اور لعنت ہو قوم عاد پر جو کہ ہود علیہ السلام کی امت تھی۔“

(”تفسیر روح البیان“ ”تفسیر مظہری“ ”سورۃ اعراف“) تو میرے مسلمان بھائی ہم کب جاگیں گے کب بیدار ہوں گے؟ جب موت کا فرشتہ آجائگا:

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں سامان سو برس کا تو پل کی خبر نہیں عموماً اصحاب ثروت اور مالدار لوگ ہی تباہی کا سبب بنتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ”قرآن مجید“ میں صاف صاف فرمادیا ہے:

”وَ اِذَا ارٰدْنَا اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَنَدْمَرْنٰهَا نَدْمِیْرًا.“ (قرآن مجید) ”یعنی جب کسی بستی کسی شہر کی تباہی اور بربادی کا وقت

کی قسمت میں لکھا جا چکا ہے وہ ہر صورت ملے گا اب اس میں سے ایک دانہ بھی نہ کم ہو سکتا ہے نہ زیادہ، پھر تو بچوں کے رزق کا کیوں فکر بند ہے اے غافل انسان جس بات کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا.“

(قرآن مجید)

یعنی اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنی بیوی بچوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اس فرمان کی پرواہ تک نہیں اور جس بات کا (روزی رزق) کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے اس کیلئے جائز و ناجائز کی تمیز ہی اٹھادی ہے۔

میرے ملک کے حکمران اور صاحب اقتدار کان کھول کر سن لیں کہ جن بچوں کی خاطر تو وہ مال اکٹھا کر رہا ہے یہاں تک کہ حلال و حرام کی تمیز ہی اٹھادی گئی ہے۔ یہی تیری اولاد جب تیرے جسم سے پھونک (جان) نکل جائیگی تو یہی تیری اولاد تجھے نہلا کر کفن پہنا کر اپنے کندھوں پر اٹھا بیٹھے قبرستان لے جا کر قبر کھود کر تجھے لٹا کر ایشیوں لگا کر مٹی ڈال کر قبر برابر کر کے زبان حال سے یہ کہتے ہوئے واپس لوٹیں گے۔ اے ابا جن مکانوں کو تو نے ناجائز و حرام کی کمائی سے بنایا تھا خبر دار اب تو ان مکانوں میں ان کو ٹھیکوں میں قیامت تک قدم نہیں رکھ سکتا اب تو تنگ بند کوٹھری میں ہی گزارہ کر۔ جس میں نہ روشن دان، نہ پنکھا، نہ بجلی، نہ اے سی جس میں مٹی گھٹا اور سانپ بچھوؤں کا بیرا ہے اب اسی میں گزارہ کر۔

پھر تیری اولاد و احباب کے واپس ہونے کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے مقرر کئے ہوئے فرشتے پہنچ جائیں گے۔ اور پھر سوال و جواب کے بعد عذاب والے فرشتے آجائیں گے جن کے متعلق ”قرآن پاک“ کا فیصلہ ہے:

”يَضْرِبُونَ عَلَىٰ وَجُوهِهِمْ وَأَذْبَارَهُمْ.“

یعنی وہ عذاب والے فرشتے ان مجرموں کو ان کے مونہوں پر اور ان کی پیٹھ پر گرزوں سے ماریں گے پھر پتہ چل جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی چھوڑ کر مسند اقتدار کتنی مہنگی پڑی ہے۔

آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بستی، اس شہر والوں کے کھاتے پیتے اہل ثروت و دولت کو احکام بھیجتے ہیں اور وہ ان احکامات کی حکم عدولی اور نافرمانی کرتے ہیں تو ان پر عذاب حق ہو جاتا ہے پھر اس بستی اس شہر کو تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے۔“

نیز آج کل یہ تاثر عام ہے کہ اہل اقتدار جب اقتدار کی کرسی پر بیٹھتے ہیں تو وہ تجوریاں بھرنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر وہ دوسرے ملکوں میں جائیدادیں خرید لیتے ہیں۔

اگر یہ درست ہے تو مجھے ایک بات کا جواب دیں۔ جب سے دنیا معرض وجود میں آئی ہے کوئی ایک دکھا دو جو کہ مرنے کے بعد کفن کے سوا کچھ ساتھ لے گیا ہو؟ اگر کوئی ہے تو نشاندہی کریں۔

پھر یہ کہ شیطان جو کہ انسان کا ازلی دشمن ہے وہ چکر دیتا ہے کہ ہم اسلئے یوں کرتے ہیں کہ کہیں بچوں کا مستقبل خراب نہ ہو جائے۔ بس شیطان کے درغلانے سے بچوں کا مستقبل، بچوں کا مستقبل کی رٹ لگائی جا رہی ہے آخرت کی فکر ہم نے ختم ہی کر دی ہے۔ اے غافل انسان کیا بچوں کا تو رازق ہے ہر گز نہیں، ہر گز نہیں بلکہ تیرے بچوں کا وہی رازق ہے جو تیرا رازق ہے۔

”قرآن مجید“ میں غیر مبہم الفاظ میں فرمایا گیا ہے:

”نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ.“

”اے بندو! تمہارے رازق بھی ہم ہیں اور تمہاری اولاد کے رازق بھی ہم ہیں۔“

وہ خالق و مالک جو کہ ساری خدائی کو رزق دیتا ہے جس کا اپنا ارشاد مبارک ہے:

”إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ.“

”بیشک اللہ تعالیٰ ہی رازق ہے اور وہ بڑی قوتوں کا مالک ہے۔“

کیا وہ تیری اولاد کو رزق دینے سے تھک جائے گا ہر گز نہیں، ہر گز نہیں۔

اے غافل انسان! تو تو ابھی ماں کے پیٹ میں تھا جب اللہ تعالیٰ نے فرشتہ بھیج کر سب کچھ لکھ دیا ہے اور جو تیری اور تیرے بچوں

اور پھر جب حشر کے دن محشر کے میدان میں سب کو اکٹھا کیا جائیگا اور وہاں جب تک بندہ پانچ باتوں کا جواب نہ دے لے گا آگے قدم نہیں اٹھا سکے گا اور یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا بلکہ اس ذات والا صفات کا ارشاد مبارک ہے جس کا کلمہ پڑھ کر ہم مسلمان کہلاتے ہیں اور وہ پانچ باتیں یہ ہیں:

۱: اے بندے تو یہ بتا کہ تو نے عمر کن کاموں میں گزاری۔

۲: اے بندے تو نے جوانی کن کاموں میں گزاری۔

۳: اے بندے تو نے مال کہاں سے اور کیسے حاصل کیا۔ (جائز یا ناجائز، حلال یا حرام طریقے سے)

۴: اے بندے تو یہ بتا کہ تو نے مال کہاں کہاں خرچ کیا۔

۵: اے بندے تو یہ بتا کہ تو نے جو کچھ جانا اس پر عمل کیا تھا یا نہیں۔

اے میرے ملک کے حکمران ذرا سوچ کہ اس دنیا میں میری تیری عمر ایک سو سال بھی نہیں اور وہ دن جو کہ صرف حساب کا دن ہے وہ پچاس ہزار سال کا ایک دن ہے اس کے بعد والی زندگی کا تو دوسرا کنارہ ہی نہیں تو ذرا گریبان میں منہ ڈال کر ہم سوچیں کہ اگر وہاں بالفرض آٹھ یا دس ہزار سال دھوپ میں کھڑا رہنا پڑا تو کیا بنے گا تو پھر وہاں بچوں کا مستقبل، بچوں کا مستقبل کی رٹ لگانے والے انسان کو کیا وہاں بچے آکر چڑھائیگی۔

آخر میں چندنا صحانہ اشعار لکھ کر رخصت چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ہوش عطا کرے اور ہم شیطان کی گمراہ کن اور دوزخ لے جانے والی پالیسیوں سے بچ جائیں۔

نوٹ: بچوں کے مستقبل کی فکر کرنا والے احباب کتاب ”مستقبل“ کا ضرور مطالعہ کریں۔ بہت ممکن ہے کہ ہم دونوں مستقبل کو سمجھ کر اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب سے بچ جائیں۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

زر کی محبت جو تجھے پڑ جائے گی بابا

دکھ اس میں تیری روح بہت پائے گی بابا

ہر کھانے کو ہر پینے کو ترسائے گی بابا

دولت جو تیری یاں ہے نہ کام آئیگی بابا

پھر کیا تجھے اللہ سے ملوائے گی بابا
دولت جو تیرے گھر میں پھولی ہے جوں پھول
مردود بھی کرتی ہے اور کرتی بھی ہے مقبول
جو چاہے تیرے ساتھ چلے یاں سے یہ مجھول
زنہار خبردار اس بات کو تو مت بھول

یہ خندی تیرے ساتھ نہیں جائیگی بابا

یہ تو کسی کے پاس رہی ہے نہ رہے گی

جو اوروں سے کرتی ہے تیرے ساتھ کرے گلہ گھٹکی

کچھ شک نہیں اس میں جو بڑھی ہے گھٹکی

جب تک توجھے گا تجھے چین نہ دے گی

اور روح تیری قبر میں چلائے گی بابا

تولاکھ اگر مال کے صندوق بھرے گا

ہے یہ تو یقیں آخر اک دن تو مرے گا

پھر بعد ترے اس پر جو ہاتھ دھرے گا

وہ ناچ مزہ دیکھے گا اور عیش کرے گا

لیکن تیری روح قبر میں پچھتائیگی بابا

ہوش سے کر گنج قارون پہ ذرا دھیان

جیسا ہی اسے اس نے کیا خوب پریشان

ویسا ہی مزہ تجھ کو بھی دکھلائے گی بابا

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى حَبِيبِهِ وَنَبِيِّهِ وَرَسُولِهِ سَيِّدِ الْعَالَمِينَ

وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ۔

ایمان بالرسول

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ“

”اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر۔“

یہاں پر اعتراض پیدا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے

ایمان والو! تو جب وہ ایمان والے ہیں تو پھر ایمان کا حکم کیوں دیا جا رہا

ہے؟

جواب:

۱: امام بغوی نے کہا کہ ابو العالیہ اور ایک جماعت نے کہا:

”یہاں پر ایمان والوں کو خطاب ہے کہ اے ایمان والو

ایمان پر ثابت قدم رہو۔“

۲: امام ضحاک نے کہا کہ یہاں پر یہود و نصاریٰ کو خطاب کیا

ہے کہ:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا بِمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ابْنِ مَرْيَمَ آمِنُوا بِمُحَمَّدٍ

وَقُرْآنٍ“

”اے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر ایمان

لانے والو! حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اور قرآن پر بھی

ایمان لے آؤ۔“

۳: امام مجاہد نے کہا کہ یہاں منافقین کو خطاب ہے کہ اے

زبان سے ایمان لانے والو! دل سے ایمان لے آؤ۔

۴: یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں سے اہل الشریک کو خطاب ہے کہ

اے لات اور عزیٰ پر ایمان لانے والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آؤ۔

صاحب ”تفسیر مظہری“ فرماتے ہیں کہ یہودی اور عیسائی

کافروں کو اور اسی طرح مشرکین کو ”امنوا“ کے ساتھ خطاب نہیں کیا جاتا۔ لہذا

یہاں سے انکو مراد لینا درست نہیں، اور منافقین کو مراد لینا بھی درست نہیں

کیوں کہ ایمان مجاز اوصاف لسان میں سے ہے تو جب تک حقیقت پر حمل

ہو سکتا ہو تو حقیقت پر حمل کرنا اولیٰ ہے مجاز پر محمول نہیں کیا جائیگا۔

اس سے معلوم ہوا ہے کہ پہلا قول درست ہے کہ ایمان والو

ایمان پر ثابت قدم رہو اور ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب

تک دل میں محبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اطاعت

رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور تعظیم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم نہ ہو۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

”لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَحَبَّ إِلَىٰ مِنْ وَالِدِهِ

وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ“

”اس وقت تک تم میں سے کوئی شخص کامل ایمان والا نہیں

ہو سکتا جب تک میں (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) تم کو تمہارے

والدین اور اولاد اور تمام لوگوں سے محبوب نہ ہو جاؤں۔“ (بخاری)

محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

”قرآن کریم“ میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

”قُلْ إِنْ كَانَ آبَاءُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ

وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ نَّافَقْتُمْ مَوْهَا وَتِجَارَةٌ

تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسْكِنُ تَرَضُونَهَا أَحَبُّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ
وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ
وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ. (سورة توبه)

”کہہ دیجئے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے
بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا قبیلہ اور کنہ اور مال جو تم نے کمائے ہیں
اور تجارت جس کے مندا ہونے سے تم ڈرتے ہو۔ اور گھر جو تم پسند
رکھتے ہو۔ تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وآلہ وسلم اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ پیارے ہیں تو تم انتظار
کرو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم (عذاب) بھیجے اور اللہ تعالیٰ
نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

”قرآن کریم“ کی اس آیت اور اس حدیث سے معلوم ہوا
کہ ہر مسلمان پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
کی محبت واجب ہے۔

حضرت ثمامہ بن اثال یمامی جو اہل یمامہ کے سردار تھے،
ایمان لانے کے بعد کہنے لگے کہ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)
اللہ کی قسم میرے نزدیک روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرے سے
زیادہ مغفوس نہ تھا آج وہی چہرہ مجھے سب چہروں سے زیادہ محبوب ہے۔
خدا کی قسم میرے نزدیک کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ مغفوس دین
نہ تھا آج وہی دین مجھے تمام دینوں سے زیادہ محبوب ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قسم میرے نزدیک کوئی شہر آپ کے شہر سے
زیادہ مغفوس نہ تھا آج وہی شہر مجھے سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔
اس حدیث سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ہر وہ چیز جس کی
نسبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہو جائے اس
سے محبت کرنا ضروری ہے۔

اطاعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:
”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ.“
”اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور اس کے رسول صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم مانو۔“

”وَمَا اتَّكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ
فَانْتَهُوا.“

”اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ تمہیں
عطا کریں اسے لے لو اور جس سے منع فرمائے اس سے رک جاؤ۔“
اتباع رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فائدہ یہ ہوگا کہ
اللہ تعالیٰ اس بندے سے خود محبت فرمائے گا۔

”قرآن پاک“ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
”قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ.“
”اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تم فرماؤ کہ اگر تم اللہ کو
دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی بندہ اللہ تعالیٰ سے محبت
کرنا چاہتا ہے تو محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کرے اللہ تعالیٰ اس
بندے سے خود محبت فرمائے گا۔

اتباع رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حقیقت
میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے

”قرآن کریم“ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:
”مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ.“
”جس نے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا حکم مانا
اس نے اللہ تعالیٰ کا حکم مانا۔“

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں
سونے کی انگوٹھی دیکھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو
نکال کر پھینک دیا، اور فرمایا:
”کیا تم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ آگ کا انگارہ اپنے ہاتھ
میں ڈالے۔“

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لے
جانے کے بعد اس شخص سے کہا گیا کہ تو اپنی انگوٹھی اٹھا لے اور (بیچ کر)
اس سے فائدہ اٹھا۔ اس نے جواب دیا نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم میں اس کو
کبھی نہ اٹھاؤں گا۔

حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پھینک دیا ہے۔

اس حدیث سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کیا اتباع کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ صحابہ کرام کس قدر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرتے تھے۔

نوٹ: اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مردوں کیلئے سونا پہننا جائز نہیں بلکہ حرام اور جہنم کا انگارہ ہے۔

تعظیم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

تعظیم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر ایمان ایمان نہیں بطرح اللہ رب العزت نے ”قرآن پاک“ میں ارشاد فرمایا:

”إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا أَوْ مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا“

”ہم نے آپ کو احوال بتانے والا اور خوشخبری سنایا والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا تا کہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو۔ اور اللہ کو صبح شام پاکی کے ساتھ یاد کرو۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم اور توقیر کے واجب ہونے کی تعلیم فرمائی ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس قدر تعظیم کرتے تھے کہ جب آپ کی محفل میں ہوتے تو اپنے سر کو بھی حرکت نہ دیتے گویا کہ ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہیں کہ اگر سر کو حرکت دی تو چڑیاں اڑ جائیگی۔

حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیبیہ کے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر خدمت ہوئے اس وقت تک وہ ایمان نہ لائے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گفتگو کرنے کے بعد جب واپس قریش کے پاس گئے تو کہنے لگے:

”يَا قَوْمِ وَاللَّهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوكِ وَوَفَدْتُ عَلَى قَيْصَرٍ وَكِسْرَى وَالنَّجَاشِيِّ وَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ مَلَكًا قَطُّ يَعْظُمُهُ أَصْحَابُهُ مَا يَعْظُمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا وَاللَّهِ إِنْ تَنَحَّمْ نُحَامَةً

إِلَّا وَقَعْتُ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَذَلِكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدُهُ وَإِذَا أَمَرَهُمْ يَتَسَلَبُوا أَمْرَهُ وَإِذَا تَوَضَّأَ كَاذِبٌ يَفْتَلُونَ عَلَى وَضْوءِهِ وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوا أَصْوَابَهُمْ وَمَا يَحْمَدُونَ عَلَيْهِ النَّظَرُ تَعْظِيمًا لَهُ وَإِنَّهُ قَدْ عَرَضَ عَلَيْكُمْ حِطَّةٌ رُشِدًا فَاقْبَلُوهَا“

”اے میری قوم اللہ کی قسم میں البتہ بادشاہوں کے دربار میں حاضر ہوا ہوں اور قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے یہاں گیا ہوں۔ اللہ کی قسم میں نے کبھی کوئی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا کہ جس کے اصحاب اس کی تعظیم کرتے ہوں جیسا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب کبھی کھنگار پھینکا تو وہ کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں گرتا۔ تو اس کو اپنے چہروں پر اپنی جلدوں پر مل لیا کرتے۔ اور جب اپنے اصحاب کو کسی کام کا حکم فرماتے تو وہ اس کام کے کرنے میں جلدی کرتے اور جب آپ وضو کرتے تو وضو کے پانی کے حصول پر قریب تھا جھگڑا کرتے اور جب آپ کلام کرتے تو صحابہ اپنی آوازوں کو پست رکھتے اور آپ کی تعظیم کی خاطر آپ کے چہرے پر نظر نہ جھاتے (یعنی ٹھٹھکی نہ لگاتے تعظیم کی وجہ سے) اور انہوں نے ایک نیک امر پیش کیا ہے، اس کو قبول کرلو۔“

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حد درجہ تعظیم کیا کرتے تھے ان لوگوں کی طرح نہ تھے جو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کو شرک کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیال لانا تہلیل گدھے کے خیال سے برا ہے۔ (نَعُوذُ بِاللَّهِ) ”صراط مستقیم“ اسماعیل دہلوی

اور کہتا ہے کہ نبی کی بڑے بھائی کے برابر تعظیم اور عزت کرو۔

خلاصہ:

تعظیم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بندے کے دل میں اس وقت ہوگی جب اس کے دل میں محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہو اور اگر دل میں محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں تو تعظیم کہاں سے آئیگی۔

ملک محمد ممتاز قادری

محبت میں تو ہے فنا قادری
 تبھی تو دیا سب لٹا قادری
 شب و روز میری یہی ہے دُعا
 سلامت رہے یا خدا قادری
 نہ بیوی کی پرداہ نہ بچے کا غم
 محبت کی ہے انتہا قادری
 تو مجرم نہیں بلکہ عاشق ہے تو
 ہو پھر کیسے تجھ کو سزا قادری
 ترے والدین کتنے خوش بخت ہیں
 جنہیں تم سا بیٹا ملا قادری
 وہ پہنچیں گے انجام کو ایک دن
 تجھے جو بھی دیں گے ایذا قادری
 یہ سارا وطن آپ کے ساتھ ہے
 تو ہم سب کا ہے راہنما قادری
 میرے جیسے ان گنت عشاق ہیں
 زمانے کو دے یہ بتا قادری
 ترا ساتھ دیں گے ہم ہر موڑ پر
 نہ گھبرانا اے دلربا قادری
 تجھے ہو مبارک کہ تو پا گیا
 خدا و نبی کی رضا قادری
 گستاخ نبی کا یہی تھا علاج
 کی واہ تو نے اس کی دوا قادری

خدا تجھ سے راضی، نبی بھی ہیں خوش مرے مصطفےٰ کے ہاں تیرا مقام
یہ پایا ہے تو نے صلہ قادری خدا جانے ہوگا کیا قادری

کیا تو نے خوش جیسے عشاق کو کرم تم پہ فرمائیں گے وہ ضرور
رہے تو بھی خوش یوں سدا قادری ہوا ہے تو جن پر فدا قادری

یہ وعدہ ہے تجھ سے ہمارا کہ ہم ”غلامی میں اپنی وہ کر لیں قبول“
گستاخوں کو دیں گے مٹا قادری دیا تو نے سب کو سنا قادری

وفا کو بھی تیری وفا پر ہے ناز ترے گیت گاتے ہیں ہم اس لئے
نبی سے کی ایسی وفا قادری تو ہے عاشق مصطفےٰ قادری

یہ جنت بھی بے شک بڑی چیز ہے ترے نام کی یہ نظم جو لکھی
تجھے تو ملے گا خدا قادری نہیں مانگتا میں صلہ قادری

یہ حورانِ جنت کہیں گی تجھے میں ناموسِ سرکار پر مرثوں
یہ لے تاج سر پر سجا قادری مجھے بس یہی دے دُعا قادری

رشید حکمرانوں سے کہتا ہے یہ
ہو فوراً ہی فوراً رہا قادری

(صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم)

رشید احمد چشتی (شاہ عالم) بکھر

مارچ 2011ء

39

ماہنامہ اہلسنت گجرات

تبصرہ کتب

ایک جا کر دیا گیا ہے، اور ان احادیث شریفہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جمال و کمال اور اختیارات اور فیضانِ انورِ مصطفیٰ علیہ النجۃ والنقاء کا ذکر ہے ان کے مطالعہ سے عرفانِ محبت خدا و رسول کا ذوق مزید ہوتا ہے اور وجدانی کیفیت میں اضافہ..... باب چہارم میں ان اسماءِ احسنی کا بیان ہے جو اللہ جل شانہ نے اپنے برگزیدہ بندوں کے لئے استعمال فرمائے..... اور یہ پچاس کی تعداد میں مرقوم ہیں..... ”کتاب الشفا“ قاضی عیاض قدس سرہ مترجم عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری مکتبہ نبویہ لاہور جلد اول..... ”حواشی“ میں جواہر البحار اردو جلد اول ص: ۱۶۷، ۱۶۸ کے حوالہ سے ایسے اُسی سے زائد اسماء قدسیہ مندرج ہیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں مگر اسماءِ حسنیٰ بھی ہیں..... بہر کیف مولانا برکاتی نے محنت سے ”قرآن کریم“ کی ان آیات کو جمع کر دیا ہے جن سے پچاس اسماءِ حسنیٰ ماخوذ ہیں۔ باب پنجم میں وہ احادیثِ منورہ بیان کی گئی ہیں جن سے شرفِ مصطفیٰ علیہ النجۃ والنقاء کا علم ہوتا ہے..... ان ایک سو احادیثِ مبارکہ میں خصائصِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ہے۔ جن کا مطالعہ ایک عادی صائق اور مومن صالح کیلئے نہایت ضروری ہے۔ کتاب کے اقتباسات کے مآخذ میں نہایت جلیل القدر اور محقق مصنفین کی کتب معتبرہ شامل ہیں جس سے مولانا برکاتی کی وسعتِ علم و تحقیق کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط
مولانا محمد احمد برکاتی کی یہ تالیف مدیف تبلیغ و تحقیق کے نکتہ نگاہ سے قابلِ قدر اور لائقِ تحسین ہے۔ مختلف ابواب پر منقسم ہے۔ ”لمعاتِ مصطفیٰ“ سیرت و احوالِ سیدالورئی علیہ النجۃ والنقاء کو محیط ہے، پہلا باب: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخِ ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول کی تعیین سے متعلق احادیث و سیرت و تاریخ کی کیا وہ کتب معتبرہ کے اسناد اور ان کے صفحات کا حوالہ دیا گیا..... اس سلسلہ میں اعلیٰ حضرت امامِ محققین حضرت شاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ کا رسالہ ”عطقِ اہلاباً رخلاً والحبیب الوصال“ کا مطالعہ بھی نہایت مفید ہے جس میں تاریخِ ولادت باسعادت اور وصالِ مبارک کے بارے میں جو تحقیقِ ائینق پیش کی گئی ہے اس کی نظیر نہیں ملتی..... بہر حال مولانا برکاتی نے میلادِ مصطفوی پر شیطان کی مایوسی اور آہ و زاری اور نالہ فغاں پر بھی چوبیس کتب عالیہ کے اسناد دیے ہیں جس شخص کو مزید مطالعہ کی توفیق ملے وہ ان سے رجوع کر سکتا ہے۔ حضور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دادیوں، نانوں اور ازواجِ مطہرات کا بھی ذکر کیا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچاؤں، پھوپھیوں کے نام بھی دیے ہیں۔ دراصل عام کتب سیرت میں اس پہلو سے روشنی ملتی ہے۔

باب دوم میں ایک سو ایسی آیات مبارکہ کو جمع کر دیا گیا ہے جن میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کی محبت اور تعلق حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے کمالِ شان اور اہتمام سے ظاہر ہے اس جہت سے یہ ایک مخزن ہے۔ اسی طرح باب سوم میں احادیثِ مبارکہ کو

شیخ الحدیث و التفسیر حضور محمد اشرف القادری
 قبلہ مفتی اعظم پاکستان الشیخ
 کے مختلف اور تحقیقی مختلف موضوعات پر مشتمل درج ذیل اور علاوہ ازیں سی ڈیز دستیاب ہیں

- | | | |
|--|--|---------------|
| ہم سنی کیوں.....؟ | اجتہاد و تقلید | آپریشن الہدیت |
| حقانیت اہلسنت | سفر آخرت کا منظر نامہ | |
| میلا دشریف کی شرعی حیثیت | کلمہ طیبہ کی تفسیر | |
| میلا دالنبی ﷺ دلائل شرعیہ کے آئینے میں | اللہ جل جلالہ | |
| قرآن وحدیث کی روشنی میں میلا دالنبی ﷺ | آمین اونچی آواز سے کہنا | |
| میلا دشریف بدعت یا مستحب.....؟ | سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نفرس | |
| حقوق مصطفیٰ ﷺ | عائبانہ نماز جنازہ | |
| نفاست مصطفیٰ ﷺ | یزید ملتی ہے.....؟ ذاکر نائیک کی جہالت | |
| نورانیت مصطفیٰ ﷺ | قرآن وحدیث کی روشنی میں گستاخ رسول کی سزا | |
| بے مثل شان مصطفیٰ ﷺ | شان ولایت ومقام غوث اعظم رضی اللہ عنہ | |
| ناموس رسالت ﷺ | مقدمہ ماتم عدالت اہلبیت میں | |
| بارہ ربیع الاول غم یا خوشی.....؟ | واقعہ کربلا کی گمشدہ کڑیاں (پارٹ 1) | |
| سچا اور جنتی گروہ کون.....؟ | واقعہ کربلا کی گمشدہ کڑیاں (پارٹ 2) | |
| ”لقد جاءکم رسول من انفسکم کی تفسیر | سبز عمامہ پر تحقیق | |
| سفر نور | کیا صحیح مسلمان بننے کیلئے اہلسنت ہونا ضروری ہے؟ | |

Cell:0300.6280048
 Cell:0312.7754676

”بزم قادریہ اشرفیہ“ الجامعۃ الاشرفیہ محلہ علی مسجد گجرات

منجانب